

# خطبه فدل

حضرت زهرا سلام الله عليها

ترجمه و شرح

مفسر قرآن حجة الاسلام والمسلمين علامه شيخ محسن علي نجفي دامت برکاته

حضرت زہرا و زینب سلام اللہ علیہما دربار میں  
محسن علی نجفی

البلاغ المبین اسلامی تحقیقاتی و اشاعتی ادارہ  
فون:

alblaghulmobin@gmail.com

نام کتاب:

ترجمہ و حواشی:

قیمت:

ناشر:

ای میل:



بسم اللہ الرحمن الرحیم

### پیش لفظ

خاندان عصمت و طہارت کائنات کا گلستان اور جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا اس گلستان کا مہکتا پھول ہیں۔ اس کی مہک جہاں حسنین (علیہما السلام) کے کلمات اور زینبین سلام اللہ علیہما کے خطبات میں نظر آتی ہیں وہیں آپ کے اپنے ارشادات اور خطبات بھی عالم اسلام کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔

آپ کا ایک اہم خطبہ ”خطبہ فدک“ کے نام سے مشہور ہے۔ میری دیرینہ خواہش تھی کہ اردو زبان کے باذوق قارئین کے لیے ”خطبہ فدک“ کا ترجمہ اور تشریح کو طبع کیا جائے۔

اس لیے میں نے حجۃ اسلام والمسلمین شیخ محسن علی نجفی (دامت برکاتہ) سے خواہش ظاہر کی جن کا ترجمہ قرآن اردو زبان کے قارئین میں اس قدر مقبول ہوا ہے کہ چند برسوں کے دوران اس کے متعدد ایڈیشن طبع ہو کر ختم ہو چکے ہیں۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب نے اس ذمہ داری کو بطریق احسن انجام دیا۔ خطبہ فدک کا ترجمہ اور تشریح کو طبع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر ہم نے ان سے درخواست کی کہ ثانی زہرا حضرت زینب کے اس خطبے کا ترجمہ کیا جائے جو آپ نے دربار یزید میں دیا تھا۔

اب اس خطبے اور ترجمے کو بھی خطبہ فدک کے ساتھ شامل کر کے طبع کروایا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ خاتون جنت اور ثانی زہرا اس خطبے کے شارح اور طباعت میں تعاون کرنے والوں کی شفاعت فرمائیں گی۔

شیخ علی مدبر مسجد معصومین  
دستگیر۔ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولئیہ والصلوة علی نبیہ والمیامین من آلہ

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ فدک ایک تاریخ، درد کی ایک داستان اور اہل فکر کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ خطبہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے جانے کے بعد رقم ہونے والی افسوسناک تاریخ کا عنوان ہے۔ اس تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ خطبہ رُخ کا تعین کرتا ہے۔ اس طرف رُخ کئے بغیر نہ کوئی جملہ معنی دیتا ہے، نہ کسی تعبیر کے مفہوم کا تعین ہوتا ہے، نہ ہی واقعات اور حادثات کا ادراک ممکن ہوتا ہے۔ اس لیے اس خطبے کو اسی اہمیت کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہے۔

جناب حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ علی مدبر دام مجده الشریف اس ترجمہ کے محرک ہیں، جن کے مخلصانہ مشوروں کی وجہ سے اس خطبہ کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ حدیث میں آیا ہے ”الدال علی الخیر کفاعله“ نیکی کی رہنمائی کرنے والا اس کو انجام دینے والے کی طرح ہے۔ یعنی اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہے، ایک اشارے کو وہ ثواب میسر آتا ہے جو اس پر عمل کرنے والوں کو مشقتوں کے بعد مل سکتا ہے۔ خداوند کریم ان کو صحت و عافیت سے نوازے اور ان کو توفیق مزید اور عمر مدید عنایت فرمائے۔ آمین!

محسن علی نجفی

۲۰ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

۲۵ مئی ۲۰۰۸ء

## خطبہ فدک کی اسنادی حیثیت

تحقیق و نگارش

علامہ آفتاب حسین جوادی

یہ حقیقت ناقابل انکار تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ عصمت و طہارت کی مرکز و محور اور و ماینطق عن الہوی سے متصف رسولؐ کی پروردہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے بھرپور انداز میں مسئلہ فدک کے اصل حقائق سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا، آپ نے اس معرکہ ال آراء تاریخی خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، نظریہ توحید، آقائے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور بعثت کے اغراض و مقاصد، امت اسلامیہ کی ذمہ داریاں اور نظریہ امامت و خلافت، قرآن مجید کی اہمیت و افادیت اور اس کی بالادستی، شریعت محمدیہ کے احکام اور ان کا فلسفہ، اپنے شوہر نامدار حیدر کراڑ کی جانفشانیوں کا تذکرہ اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے وقت کے حکمران، مہاجرین و انصار اور خواتین کے سامنے احتجاج فرمایا ہے۔ تاریخ کے مختلف راویوں نے متعدد اسناد سے یہ تاریخ ساز خطبہ نقل کیا ہے اگر راویان اور حفاظ حدیث میں سے جس کسی سے محبت اہل بیتؑ کی خوشبو آتی تو ارباب اقتدار کی جانب سے ان پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور انہیں مطعون و مجروح کرنے اور درجہ و ثاقت سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لایا جاتا۔ حکمرانوں کے جبر و تشدد اور ان کی ہمنوا اکثریت کے شدید رد عمل کا خوف ہر وقت ان پر طاری رہتا تھا۔ موت کی تلوار ان کے سروں پر ہمہ وقت لٹکی رہتی تھی حکمران اور ان کے ہم نظریہ افراد اہل بیتؑ کے حق میں کوئی بات سننے کی تاب نہ رکھتے تھے مگر اس کے باوجود خانوادہ رسالتؑ کی عظمت و رفعت کے متعلق احادیث و روایات، ان سے مروی خطبے اور ارشادات سینہ بہ سینہ چلے آتے رہے اور اس دوران جب بھی کبھی راویان حدیث کو وعظ یا تحریر کے ذریعے بیان کا موقع ملا تو انہوں نے برملا اظہار کردیا حتیٰ کہ مخالف طبقہ کے سنجیدہ افراد بھی ان

حقائق کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کے بعد ان پر کیا گزرتی؟

اس کی صرف ایک ادنیٰ سی مثال ذیل میں بیان کی جا رہی ہے جسے علامہ ذہبی نے رقم کیا ہے:

محدثین المسلمت میں سے تیسری صدی کے ایک بہت بڑے بلند پایہ حافظ حدیث اور امام دارقطنی ایسے ائمہ حدیث کے استاد محدث محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان الواسطی نے ایک موقع پر اہل واسطہ کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ”حدیث طیر“ (۱) حفظ اور املا کرائی جسے ان کی طبیعتیں (بغض علیؑ کی بنا پر) برداشت نہ کر سکیں اس وجہ سے فوراً سب لوگ ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ان کو مجلس درس سے اٹھا دیا اور ان کی جگہ کو پانی سے دھویا۔ محدث صاحب اس تکلیف دہ عمل سے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے گھر میں ہی گوشہ نشین ہو گئے اور اس کے بعد پھر کسی واسطی کو حدیث نہیں پڑھائی اہل واسطہ میں ان کی روایت کردہ احادیث کی کمی کی وجہ یہی ہے

(ملاحظہ ہو: تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد ۳ صفحہ ۹۶۶، سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۳۵۲)

علامہ ذہبی کے اس بیان سے ہمارے بیان کردہ نقطہ نظر کو زیادہ تقویت پہنچتی ہے۔

غور فرمائیے! صرف اموی انحراف پسندی کے تحفظ کے لئے اپنے ہی محدث کو ”فضیلت علیؑ“ میں محض ایک حدیث پڑھانے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے کس طرح انہیں گھر کی چار دیواری میں محصور کر دیا، نہ صرف یہ، بلکہ آئندہ کے لئے بھی ان کی بیان کردہ کسی حدیث یا روایت کو درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ ایسے لاکھوں

۱۔ حدیث طیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: [اللهم انتنی باحب خلقک البک یا کل معی هذا الطیر فجاء علی فاکل معہ] ”اللہ! میرے پاس اسے بھیج جو تجھے اپنی مخلوق سے سب سے زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ یہ (بھینا ہوا) پرندہ (کا گوشت) کھائے پس آپؐ کے پاس حضرت علیؑ تشریف لائے اور مل کر کھایا“۔ (تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۴۵ صفحہ ۲۷۸، المعجم الکبیر طبرانی ج ۷ صفحہ ۹۵، مجمع الزوائد ج ۹ صفحہ ۱۲۶)

۔ اہل سنت کے مستند اور جید علماء نے اس حدیث کی بڑے شد و مد سے توثیق کی ہے جیسا کہ علامہ بیہقی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے: [ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر فطربن خلیفہ وھو ثقہ] امام حاکم نے کہا ہے: [هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ] (مستدرک علی الصحیحین ج ۳ صفحہ ۱۳۰)

۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: [واما حدیث الطیر فلہ طرق کثیرہ جدا قد افر دتھا المصنف و مجموعھا ھو یوجب ان یکون الحدیث لہ اصل] ”حدیث طیر بہت سی سندوں سے مروی ہے میں نے ان سب کو ایک الگ کتاب میں جمع کر دیا ہے جن سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے“۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ صفحہ ۱۰۴۳)

طبع دکن، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ صفحہ ۲۳۳)۔ یہ حدیث حضرت علی مرتضیٰؑ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابوسعید خدریؓ، ابو رافعؓ، جابر بن عبد اللہ انصاریؓ، حبشی بن جنادہ السلوئیؓ، یعلیٰ بن مرۃ ثقفیؓ، ابن عباسؓ، سفینہ مولیٰ رسول اللہؐ، انس بن مالکؓ، اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ بصرہ شہر میں عثمانیوں کی اکثریت تھی حضرت علیؑ کو ماننے والے صرف چند لوگ تھے جو نہ ہونے کے برابر تھے چنانچہ اس سلسلے میں حافظ ابن عبدالبر اندلسی نے

العقد الفرید جلد ۴ صفحہ ۲۶۷ میں تحریر کیا ہے البصرۃ کلھا عثمانیۃ بصرہ تمام تر عثمان کے ماننے والوں کا شہر تھا۔ (جوادی)

کر بناک واقعات آج بھی صفحات تاریخ پر نقش ہیں تاہم یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے مگر بقول عمر خیام ہم یہی عرض کریں گے ۔

تو خون کساں بخوری ماخون رزاں انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

بنو امیہ کے ہمنوا اور ان کے نظریہ سے متاثر ہونے والے بے رحم قلمکاروں نے قلم و قریطاس کے ذریعے حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا پر گزرے ہوئے ناقابل برداشت جانگداز واقعات کو نظروں سے اوجھل کرنے کی حتی المقدور سعی نافرجام کی ہے لیکن تاریخ آخرت تاریخ ہوتی ہے جو امتداد زمانہ کے باوجود ہر دور میں اپنے سینے میں موجود سچائیاں منظر عام پر لاتی رہتی ہے اور جب بھی کوئی شخص مفاد یا تعصب و تنگ نظری کی عینک لگا کر اس کے حقائق کو جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ناقابل تردید حوالوں کے ساتھ اپنا بھرپور دفاع کرتی ہے۔

اگرچہ اس خطبہ کو مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے اتنے علمائے حدیث و تاریخ نے بڑے وثوق سے درج کیا ہے کہ ان کا مختار ہی سند ہے لیکن اس کے باوجود اس کے راویوں پر علم رجال کی روشنی میں نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔ اگر علی سبیل التنزل ایک لمحے کے لیے یہ باور کر لیا جائے کہ اس خطبہ کے کچھ راوی کمزور ہیں تب بھی یہ خطبہ قابل احتجاج و استشہاد رہے گا وہ اس لیے کہ جمہور محدثین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب حدیث ضعیف بھی متعدد اسانید سے مروی ہو تو چاہیے الگ الگ ہر طریق بجائے خود ضعیف ہو مگر سب مل کر وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ چونکہ خطبہ فدک کئی اسانید و طرق کے ساتھ نقل ہوا ہے تو اس قاعدہ کی رو سے اس ضعف ختم ہو جائے گا اور لا محالہ اس کی صحت میں کلام ناممکن ہے۔

مذکورہ خطبے کے متعدد سلسلوں میں سے ایک سلسلہ کے زیر بحث راوی درج ذیل ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ  رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا المتوفاة ۸ھ

حضرت عروہ بن زبیر بن عوام مدنیؓ متوفی ۹۴ھ

جناب صالح بن کیسان مدنی تابعیؓ متوفی ۱۲۶ھ

جناب محمد بن اسحاق بن یسارؓ متوفی ۱۵۱ھ

شرقی بن قنطاریؓ متوفی ۲۴ھ

محمد بن زیاد بن عبد اللہ الزیادیؓ متوفی ۲۵۰ھ

✽ جناب احمد بن عبید بن ناصح الخوی متوفی ۲۷۸ھ

✽ جناب محمد بن عمران المرزبانی متوفی ۲۸۴ھ

✽ جناب محمد بن احمد الکاتب متوفی ۳۲۶ھ

اس خطبہ کو حضرت عائشہؓ، حضرت عروہؓ بن زبیر اور صالح بن کیسانؓ ایسے بہت سے جلیل القدر ائمہ ثقات اور حفاظ کی صحیح اسانید سے روایت کیا ہے لہذا اس کے صحیح ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کے گنجائش نہیں ہے۔

جناب سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے اس فصیح و بلیغ خطبے کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء و اہل فن نے اپنی تالیفات میں سند کے ساتھ اور بعض نے اقتباسات کو درج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے طوالت و اطباء کو ملحوظ خاطر لاتے ہوئے ہم یہاں صرف ایک سند کے روات پر تبصرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں اگر اس خطبہ کی متعدد اسناد کو زیر بحث لایا جائے تو اس کے لئے باقاعدہ ایک دفتر درکار ہے۔

دنیاۓ علم میں پانچویں صدی کی ایک نابغہ روزگار شخصیت، علم و ادب کے بحر زار آیۃ اللہ فی العالمین السید شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ المتوفی ۳۲۶ھ ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔ جن کو قدرت نے مبداء فیاضی سے علوم نقلیہ و عقلیہ پر یکساں دسترس اور وسعت نظر و دیت فرمائی ہے اس بطل جلیل کے علمی تفوق و برتری کا اعتراف اہل سنت کے جید اور نامور علماء نے کیا ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ جو فن رجال میں استقراء تام کے حامل اور ائمہ فنون میں سرخیل کا درجہ رکھتے ہیں انہوں نے ایک ضخیم کتاب ”سیر اعلام النبلاء“ کے نام سے لکھی جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کی جلد ۱۷ صفحہ ۵۸۸ تا ۵۸۹ طبع بیروت میں سرکار علامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

العلامة الشریف المرتضیٰ۔۔۔ من ولد موسی کاظم۔۔۔ وکان من

الاذکیاء الاولیاء المتبحرین فی الکلام والا اعتزال والادب

والشعر۔۔۔

ان کے علاوہ دیگر بہت سے غیر شیعہ علماء نے ان کی عظمت و جلالت اور رفعت علمی کو بڑے شہ و مد

سے بیان کیا ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس خطبہ کو اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”الشافی فی الامامة“ میں اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے اس کتاب کی اہمیت و افادیت کے لئے یہی کافی ہے کہ علامہ یاقوت حموی شافعی کو یہ لکھنا پڑا:

وهو كتاب لم يصنف مثله في الامامة

یہ وہ کتاب ہے جس کی مثل کوئی دوسری کتاب مسئلہ امامت میں نہیں لکھی گئی۔

(معجم الادباء ج ۱۳ ص ۱۴۷)

چنانچہ علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سلسلہ سند بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

اخبرنا ابو عبد الله محمد بن عمران المرزباني قال حدثني محمد بن احمد الكاتب قال حدثنا احمد بن عبيد بن ناصح النحوي قال حدثنا الزيادي حدثنا شريقي بن قطامي عن محمد بن اسحاق قال حدثنا صالح بن كيسان عن عروة عن عائشة قالت لما بلغ فاطمة عليها السلام اجماع ابي بكر منعها (فدک) لاثت خمارها على راسها واشتملت بجلبا بها واقبلت في لمة من حفدتها۔۔۔۔ الخ

”ہم سے بیان کیا ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی نے اور اس سے بیان کیا محمد بن احمد الکاتب نے اور اس سے بیان کیا احمد بن عبيد بن ناصح نحوی نے اور اس سے بیان کیا الزيادی نے اور اس سے بیان کیا شریقی بن قطامی نے اور اس سے بیان کیا محمد بن اسحاق نے اور اس سے بیان کیا صالح بن کيسان نے اور اس سے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر نے اور اس سے بیان کیا حضرت عائشہؓ نے کہ جب حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے سنا کہ ابوبکر نے ان کو فدک نہ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو آپ نے سر پر مقنعہ ڈالا اور پھر سر سے پاؤں تک چادر اوڑھی اور کنیزوں کے گروہ میں ابوبکر کے پاس آئیں۔۔۔۔۔“

(ملاحظہ فرمائیے۔ الشافی فی الامامة صفحہ ۲۳۰ طبع قدیم تہران ۱۳۰۱ھ)

اسی طرح ان کے تلمیذ رشید شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی المتوفی ۳۶۰ھ نے اس سند کو اپنی بیش بہا تالیف ”تلخیص الثانی جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ طبع نجف اشرف ۱۳۸۳ھ میں درج کیا ہے۔ سطور بالا میں درج کی گئی سند بالکل صحیح ہے راویوں کا علی الترتیب جائزہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عائشہؓ:- جناب سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کی مرکزی راویہ حضرت عائشہؓ ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں یہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ایک بڑے طبقے نے ان سے روایات نقل کیں۔ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے دور حکومت ۶۵ھ یا ۵۸ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ عروہ بن زبیر بن عوامؓ مدنی:- مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام کے فرزند تھے ان کی ماں جناب اسماء بنت ابوبکر تھیں آپ حضرت ابوبکر کے نواسے ہیں، آپ کی ولادت کے متعلق علامہ ذہبی خلیفہ بن خیاط کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ولد عروہ سنة ثلاث وعشرين فهدا قول قوي

عروہ ۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے یہی قول معتبر اور قوی ہے

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۲)

ثقة فقيه مشهور من الثانيه

”آپ مشہور ثقہ فقیہ تھے اور دوسرے طبقہ کی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔“

کتب صحاح ستہ میں متعدد احادیث آپ سے مروی ہیں (تقریب التہذیب صفحہ ۲۶۳، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۳۹۴) امام احمد بن عبد اللہ عجل نے کہا ہے کہ عروہ بن الزبیر تابعی ثقہ کان رجال صالحا □ ثقہ تابعی اور نیک متدین شخص تھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا: ما اجد اعلم من عروہ بن الزبیر، میں نے عروہ بن زبیر سے بڑا عالم کسی کو نہیں پایا (تاریخ الثقات صفحہ ۳۳۱، سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۵/۴۳۳، تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۱۱ صفحہ ۹۲۱) آپ نے اپنے والد اور حضرت عائشہؓ سے خصوصیت کے ساتھ احادیث حاصل کیں انہوں نے حضرت عائشہؓ کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا حضرت





عروہ اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۱۸۳) انہوں نے مدینہ منورہ کے مضافات اپنے علاقے ”مجاہ“ میں ۹۴ ہجری میں انتقال کیا۔

صالح بن کیسان مدنی :- صالح بن کیسان ابوالحارث الغفاری المدنی تابعین کے بڑے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں آپ عمر بن عبدالعزیز اموی کی اولاد میں سے ہیں عروہ بن زبیر اور دیگر بہت سے صحابہ و تابعین سے روایت کرتے ہیں کتب صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں ان سے روایات نقل ہوئیں آپ ثقہ، ثبت فقیہ اور چوتھے طبقہ کے راوی ہیں (تقریب التہذیب صفحہ ۱۷۴، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ طبع دکن) حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق کتاب تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۴۰۰ میں لکھتے ہیں:

کان صالحاً ثقة۔۔۔ وقال ابن حبان فی الثقات کان من فقہاء المدینۃ  
والجامعین للحديث والفقہ من ذوی الہیئۃ والمروۃ۔۔۔ حافظاً اماماً  
کثیر الحديث ثقة حجة  
آپ دیندار ثقہ تھے اور ابن حبان نے ثقات میں کہا ہے کہ یہ فقہاء، مدینہ اور  
حدیث و فقہ کے جامعین میں سے تھے آپ حافظ، امام، کثیر الحدیث اور قابل  
وثوق حجت تھے۔

حافظ احمد علی نے تاریخ الثقات صفحہ ۲۲۶ پر ان کو ثقہ کہا ہے پھر اسی کتاب کے فاضل محشی ڈاکٹر  
عبدالمعطی قلعجی نے حاشیہ نمبر ۱۰ پر ”متفق علی توثیقہ“ کہہ کر ان کی ثقاہت پر تمام علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔  
آپ ۱۴۶ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

محمد بن اسحاق :- محمد بن اسحاق بن یسار البسنت کے جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے  
چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالاحد المعروف ابن ہمام حنفی تحریر کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق حدیث کے بارے میں ایمان والوں کے امیر ہیں اور  
بڑے بڑے علماء مثل امام ثوری، عبداللہ بن مبارک وغیرہ جیسے ان کے شاگرد  
ہیں امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ اہل سنت نے اس

سے روایت لی ہے اور امام بخاری نے ”جزء القراءة خلف الامام“ میں ان کی وثاقت پر اعتماد کیا ہے امام ابن حبان نے بھی ان کا ذکر اپنی قابل وثوق رواۃ پر مشتمل کتاب ”الثقات“ میں کیا ہے (ملاحظہ ہو فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۹۰ مطبوعہ کوئٹہ)

اور امام بخاری نے محمد بن اسحاق کی توثیق کو اپنی کتاب ”التاریخ الکبیر“ جلد ۱ صفحہ ۴۱ طبع دکن میں بھی مختصر طور پر بیان کر دیا ہے۔ حنفی مسلک کے ترجمان امام جمال الدین زیلنجی حنفی نے ابن اسحاق کے متعلق لکھا ہے:

وابن اسحاق الاكثر على توثيقه وممن وثقه البخارى۔۔ قال شعبة محمد بن اسحاق امير المؤمنين فى الحديث وقال عبد الله بن مبارك محمد بن اسحاق ثقة ثقة ثقة

ابن اسحاق کو (ائمہ) کی اکثریت نے ثقہ کہا اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں شعبہ نے کہا کہ محمد بن اسحاق حدیث کے باب میں امیر المؤمنین ہیں اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے۔

(نصب الراية لاحاديث الهداية جلد ۱ صفحہ ۱۰۷ جلد ۲ صفحہ ۸ طبع ڈاھیل)

اصول حدیث کے ابتدائی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ تعدیل کے الفاظ میں توثیق مقرر، درجہ اول کے الفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ابن حجر العسقلانی تقرب التهذيب صفحہ ۳ پر مراتب تعدیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من اكد مدحه اما بالفعل كا وثق الناس او بتكرير الصفة لفظاً كثقة ثقة او معنى كثقة حافظ

”دوسرے مرتبے میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے ساتھ کی گئی ہے الفعل التفصيل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے ”اوثق الناس“ یا لفظوں میں صفت کو مکرر کر دیا جائے جیسے ”ثقة ثقة“ یا معنوں میں مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ حافظ“

(کذافی، تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین صفحہ ۱۵ طبع کویت)

علامہ ذہبی اپنی مشہور عالم تصنیف میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۷۵ طبع مصر میں محمد بن اسحاق کے تذکرہ میں مختلف اقوال نقل کر کے تحقیق بسیار اور قیل و قال بے شمار کے بعد آخر میں بطور نتیجہ رقم طراز ہیں:

فالذی یظهر لی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال  
صدوق۔۔۔۔۔ وقد استشهد مسلم بخمسة احادیث لابن اسحاق  
ذکرها فی صحیحہ

”مجھے جو ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال اور  
صدوق ہے اور بے شک امام مسلم نے اس سے اپنی صحیح مسلم میں پانچ احادیث  
میں استشہاد کیا ہے۔“

امام محمد بن اسحاق نے ۱۵۱ ہجری میں انتقال کیا ہے۔

مندرجہ بالا اہل سنت کے ائمہ فن اور اکابر احناف کی ان واضح تصریحات سے ثابت ہوا کہ جمہور  
ائمہ حدیث نے محمد بن اسحاق کو ثقہ اور حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

حَدَّثَنِي، سَمِعْتُ سے شبہ تدلیس کا ارتفاع:

البتہ بعض فن رجال کے ماہرین نے یہ وضاحت کی ہے کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں مگر چونکہ مدلس بھی  
ہیں اس لئے جب وہ ”عن“ سے روایت کریں گے تو ان کی حدیث ضعیف ہوگی اور جب وہ ”حدثی“ یا  
”حدثنا“ اور ”سمعت“ کہہ کر روایت کریں گے تو وہ حدیث صحیح ہوگی۔ جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ اپنے مجموع  
فتاویٰ جلد ۳۳ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

وابن اسحاق اذا قال حدثني فحديثه صحيح عند اهل الحديث

ابن اسحاق اگر حدثی کہہ کر تصریح کرے تو محدثین کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔

مزید برآں موجودہ زمانہ کے معروف ماہر رجال علامہ ناصر الدین البانی (المتوفی ۱۲۲۰ھ) نے  
بھی حافظ ابن تیمیہ حرائی کی کتاب ”الکلم الطیب“ کے حاشیہ صفحہ ۴۴ پر اس بات کی وضاحت کر دی  
ہے۔ علاوہ ازیں طے شدہ قانون یہ ہے کہ ہر ثقہ مدلس راوی کے لیے سماع کی تصریح ضروری ہے ورنہ اس

کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

لہذا جناب فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ کے خطبہ فدک کی حقانیت و صحت پورے طور پر ثابت ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے یہ خطبہ فدک ”حدیثنا صالح بن کیسان“ کہہ کر روایت کیا ہے۔ جو اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔

شرقی بن قطامی:۔ اس کا اصل نام ولید بن حصین بن جمال بن حبیب بن جابر بن مالک ہے اس کا تعلق مشہور قبیلہ بنی عمرو بن امرئ القیس سے ہے۔

(ملاحظہ ہو التاریخ الکبیر للامام بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ رقم ۲۷۱۵ طبع حیدرآباد دکن، تاریخ بغداد جلد ۹ صفحہ ۲۷۸ رقم ۴۸۳۷ طبع بیروت)۔

امام بخاری کا اس پر تنقید اور جرح نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ قابل اعتبار اور ثقہ راویوں سے ہے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

سکوت ابن ابی حاتم او البخاری عن الجرح فی الراوی تو ثقیق لہ  
”ابن ابی حاتم یا امام بخاری کا راوی پر جرح کرنے سے سکوت اختیار کرنا گویا  
اس کی توثیق ہے“۔

(تواعد علوم الحدیث صفحہ ۲۲۳، ۳۵۸ طبع الریاض سعودی)

(عرب)

انہی صفحات کے حاشیہ پر محقق محشی استاد شیخ عبدالفتاح ابو غدہ شاگرد علامہ زاحد الکوثری نے اس بات کی تائید کی ہے۔

علاوہ ازیں اس کے ثقہ اور معتبر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام ابن حبان تمیمی جیسے فن علم حدیث کے امام نے اپنی کتاب الثقات جلد ۳ صفحہ ۴۴۰ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت میں اس کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور جس کو امام ابن حبان اپنی ثقات میں بیان کر دیں جہالت و جرح رفع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ انور شاہ محدث کاشمیری نے حافظ ابن عبدالبہادی کے حوالے سے لکھا ہے:

ان ابن حبان اذا درج احدا فی کتاب الثقات ولم یخرج فیہ احد فهو ثقة

فالحديث قوى،

امام ابن حبان تمیمی جب کسی کو ثقات میں ذکر کریں اور اس پر کوئی جرح نہ ہو تو وہ ثقہ ہوتا ہے اس کی حدیث مضبوط ہوتی ہے  
(العرف الضعیفی علی سنن ترمذی صفحہ ۲۱۰ طبع دیوبند)۔

اور اسی تناظر میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۴۶ پر اور شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن محدث مبارکپوری نے ابکار المنن صفحہ ۱۳۱ مطبع فاروقی دہلی میں حضرت علامہ انور شاہ محدث کاشمیری کے اس بیان کی بڑے شد و مد سے مزید تائید و تصویب کر دی ہے۔  
مذکورہ بالا عبارت سے آشکار ہوا کہ محدثین اہلسنت کے نزدیک ابن حبان کی توثیق معتبر ہے اور صرف ابن حبان کی توثیق سے بھی راوی کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ درج بالا تحقیق سے شرقی بن قطامی کی ثقاہت مزید واضح ہو گئی ہے۔

محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادیؒ:۔ ان کا پورا نام یہ ہے محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادی جیسا کہ علامہ ذہبی ان کے حالات لکھتے ہوئے ابتداء ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الامام الحافظ الثقة الجلیل ابو عبداللہ محمد بن زیاد بن عبید اللہ ابن الربیع بن زیاد بن ابیہ الزیادی البصری من اولاد امیر العراق زیاد الذی استلحقہ معاویہ ولد فی حدود دسنہ ستین ومائۃ۔۔ حدث عنہ البخاری وابن ماجہ وابن خزیمہ۔۔ وعدد کثیر۔۔

”امام حافظ بہت بڑا ثقہ ابو عبداللہ محمد بن زیاد۔۔ الزیادی بصری یہ زیاد بن ابیہ جسے معاویہ نے اپنا بھائی بنا لیا تھا اور جو عراق کا حکمران تھا کی اولاد سے ہیں اور ۶۰ ہجری کی حدود میں پیدا ہوئے۔ ان سے امام بخاری، امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ وغیرہ ائمہ کی زیادہ تعداد نے روایات لی ہیں۔“

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۴) یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں

(ملاحظہ ہو: اسامی مشایخ الامام البخاری لابن منددہ اصبہانی صفحہ ۶۷ طبع مکتبۃ الکوثر سعودیہ)۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی المعروف بابن قیسرانی نے صحیح بخاری کے راویوں میں ان کا تذکرہ یوں کیا ہے:

محمد بن زیاد بن عبد اللہ بن الربیع بن زیاد سمع محمد بن جعفر عندنا روی عنہ  
البخاری فی الادب۔۔

(الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۲ صفحہ ۴۵۹ طبع دکن)۔

علامہ ذہبی نے الکاشف جلد ۳ صفحہ ۳۸ پر اس کے حالات میں تحریر کیا:  
۔۔ الزیادی بصری صدوق۔۔، یہ بصرے کا رہنے والا ہے روایت کے  
باب میں نہایت سچا ہے۔

مزید برآں سنن ترمذی جلد اول ”باب المسح علی الخفین“ میں بھی محمد بن زیاد الزیادی سے  
حدیث نقل کی گئی ہے۔

امام ترمذی نے اس سے مروی حدیث کے ذیل میں کہا ہے:  
هذا حدیث حسن صحیح ”یہ حدیث حسن صحیح درجہ کی ہے“  
یہی حدیث مسند الامام احمد جلد ۴ صفحہ ۲۳۹ طبع بیروت میں بھی موجود ہے۔  
علاوہ ازیں امام الجرح والتعديل ابن حبان تمیمی نے اپنی ثقات میں اس کی تصحیح کی ہے۔  
ثابت ہوا کہ محمد بن زیاد الزیادی بلا شک وشبہ ثقہ اور انتہائی سچا ہے اس سے مروی روایت قابل  
قبول ہے لہذا خطبہ فدک کی صحت روز روشن کی طرح واضح ولاح ہو گئی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر العسقلانی کا تقریب التهذیب صفحہ ۳۲۰ میں یہ کہنا کہ ”صدوق یخطی“ محمد  
بن زیاد الزیادی سچا ہے خطا کر جاتا ہے۔ اس کے متعلق جواباً گزارش یہ ہے کہ جب وہ صدوق ہے اور کبھی  
کبھی اس سے خطا ہو جاتی ہے تو اس سے بیان کردہ روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ سابقہ اور اق  
میں علامہ ذہبی کا بیان گذر چکا ہے کہ ائمہ حدیث میں سے خطا سے کوئی بھی نہ بچ سکا نیز یہ طے شدہ اصول  
ہے کہ فلیس من شرط الثقة ان لا یغلط ابداً، ”پس ثقہ راوی کی یہ شرط نہیں کہ اس سے غلطی کا کبھی صدور نہ ہوا  
ہو“ چونکہ یہ عقلاء کے نزدیک بھی ایک ممتنع اور نہایت محال امر ہے۔

لہذا یہ اس کی بیان کردہ روایت کے ضعف اور کمزوری کا باعث ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ اس کی  
حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی یہی وجہ ہے امام ترمذی اور ابن حبان تمیمی جیسے ائمہ حدیث نے اس کی  
اسناد کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

احمد بن عبید بن ناصح النخوی: علامہ ذہبی نے ان کا تعارف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ابو عصيدة الشیخ العالم المحدث ابو جعفر احمد بن عبید بن ناصح  
بن بلنجر الديلمی ثم البغدادی الهاشمی۔۔ الخ

(ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۳ طبع بیروت)

یہ جن ائمہ حدیث سے روایت بیان کرتے ہیں وہ کثیر تعداد میں ہیں مگر چند ایک کے نام یہ ہیں  
حسین بن علوان کلبی، علی بن عاصم، ابوداؤد الطیالسی اور محمد بن زیاد الزیادی وغیرہم۔

(تاریخ بغداد جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

علاوہ بریں علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۴ پر ان کے متعلق ابن عدی کا قول نقل کیا ہے:

کہ احمد بن عبید بمقام سرمن رائے میں رہائش پذیر تھا اصمعی اور محمد بن مصعب  
سے مناکیر بیان کرتا تھا اس کے بعد علامہ ذہبی ارقام فرماتے ہیں: قلت قد  
تابعه احمد الحوطی قال و ابو عصيدة مع هذا كله من اهل الصدق،  
”میں (ذہبی کہتا ہوں) کہ احمد حوطی نے اس کی متابعت کی ہے اور کہا اس کے  
باجود ابو عصیدہ (احمد بن عبید) سچے لوگوں میں سے ہے۔“

بعض لوگوں نے احمد بن عبید پر مبہم قسم کی جرح کی ہے جو ناقابل التفات وغیرہ مسموع ہے کیونکہ یہ  
اہل صدق میں سے ہیں پھر بھی بموجب ومن یعری من الخطأ والتصحیف یعنی وہم وخطاء سے کون بچ سکا  
ہے بعض اوقات انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔

علامہ ذہبی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

قلت۔۔ فأرني اماما من الكبار سلم من الخطاء والوهم فهذا شعبة وهو  
في الذروة له اوهام وكذلك معمر والاوزاعي ومالك رحمة الله  
عليهم۔۔

”مجھے بڑے محدثین ائمہ میں سے کوئی ایسا امام دکھاؤ جس سے وہم اور خطاء نہ  
ہوئی ہو، یہ شعبہ چوٹی کے محدث ہیں ان سے کئی اغلاط ہوئے ہیں اور اس

طرح معمر اور اوزاعی و مالک سے اوہام و اغلاط سرزد ہوئے ہیں۔“

(سیر اعلام النبلاء جلد ۶ صفحہ ۳۶)

واضح ہو کہ احمد بن عبید النخوی نے ۲۷۸ ہجری میں وفات پائی ہے۔

محمد بن عمران المرزبانیؒ :- سید موصوف (علم الہدیٰ) نے اس خطبے کو اپنے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی سے نقل کیا ہے۔

یہ جمادی الثانی ۲۹۷ھ پیدا ہوئے (شذرات الذهب لابن حماد الحنبلی جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ طبع بیروت)

یا قوت حموی کی معجم الادباء جلد ۱۸ صفحہ ۲۶۸ طبع دار المامون مصر میں ان کے متعلق لکھا ہے:

كان راوية صادق اللهجة واسع المعرفة بالروايات كثير السماع روى

عن البغوی وطبقته۔۔۔ و كان ثقة صدوقاً من خيار المعتزلة۔۔

معروف فاضل محشی و محقق علامہ محمد ابو الفضل ابراہیم المصری نے کتاب غرر الفوائد و درر القلائد

کے مقدمہ میں لکھا ہے :

فقد كان اماماً من ائمة الادب و شيخاً من شيوخ المعتزلة و علماً من

اعلام الرواية۔۔۔

”علم و ادب کے ائمہ میں سے ایک امام اور معتزلہ کے شیوخ اور راویان

حدیث میں سے تھے۔“

(غرر الفوائد جلد ۱ صفحہ ۷ الطبعة الاولى دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۵۴ء)

حافظ ابن خلکان نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

۔۔۔ المرزبانی الخراسانی الاصل البغدادی المولد صاحب

التصانيف المشهورة والمجاميع الغريبة كان رواية للادب صاحب

اخبار و تواليفه كثيرة و كان ثقة في الحديث و مائلاً الى التشيع في

المذهب۔۔۔

”یہ اصل خراسانی تھے بغداد میں پیدا ہوئے، مشہور کتابوں کے مصنف ہیں علم



وادب کے راوی اور تالیفات کثیرہ کے مالک تھے اور حدیث بیان کرنے میں قابل وثوق ہیں اور مذہب میں ذرا تشیع کی طرف میلان تھا۔“

(وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۶۴۲ طبع قدیم مصر، شذرات الذہب جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)۔

ممکن ہے کہ کوئی کم فہم یہ سمجھ بیٹھے کہ مرزبانی شیعہ تھا یہ تصور قطعاً غلط ہے بلکہ وہ معتزلی اہلسنت تھا بقول ابن خلکان صرف مائل بہ تشیع تھا حقیقی شیعہ بالکل نہ تھا چنانچہ ائمہ اہل سنت نے ان کے معتزلی المذہب ہونے کی صراحت بایں الفاظ فرمائی ہے علامہ ذہبی نے ان کے حالات میں واشگاف الفاظ میں لکھا ہے:

--- کان معتزلیاً ثقةً

--- ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی معتزلی اور قابل وثوق تھا۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۴۴۸، میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۶۷۲/۶۷۳، المعجم فی خبر من غیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۶)

طبع بیروت)

اور بعینہا اسی طرح علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی نے ان کا مذہب یہی بتلایا ہے:

کان مذهبہ الاعتزال وکان ثقة

”ان کا مذہب معتزلی تھا اور (روایت کے باب میں) ثقہ تھے“

(ملاحظہ ہو لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۳۲۷ طبع دکن)

البتہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت کے گہرے جذبات اور مخلصانہ عقیدت کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا تشیع کی طرف میلان تھا درحقیقت ان کا تعلق مسلک اہل سنت سے تھا۔ ابو عبد اللہ محمد بن عمران مرزبانی ثقہ اور معتبر ہے اور اس نے خطبہ فدک کو اپنے بزرگ محمد بن احمد الکاتب سے سماعت فرمایا اور پھر ”حدثنی“ کہہ کر آگے پھیلایا ہے۔ مرزبانی نے ۳۸۴ھ کو وفات پائی ہے۔

شیعہ راوی سے مروی روایت کی حجیت تسلیم شدہ ہے

اگر بغرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ راوی شیعہ تھے تب بھی ان کی بیان کردہ حدیث یا روایت کے قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اس لئے کہ محدثین اور ماہرین اصول حدیث اہل سنت کا رواد



حدیث کے بارے میں یہ مسلمہ اصول ہے:

الغلو فی التشیع لیس بجرح اذا کان الراوی ثقة

”جب راوی ثقہ ہو تو محض غلو در تشیع موجب جرح نہیں ہے“

اس موقف پر دلیل یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں اکثر غالی شیعہ راویوں کو قابل وثوق اور ان سے مروی روایات کو قبول کیا گیا ہے چنانچہ مشہور ماہر علم رجال علامہ ذہبی نے کوفہ کے رہنے والے ایک کٹر شیعہ راوی ابان بن تغلب کے متعلق لکھا ہے:

ابان بن تغلب الکوفی شیعہ جلد لکنہ صدوق فلنا صدقہ وعلیہ بدعتہ

وقد وثقہ احمد بن حنبل وابن معین وابو حاتم واورده ابن عدی وقال

کان غالباً فی التشیع۔۔ الخ

”ابان بن تغلب کوفی کٹر شیعہ ہیں لیکن یہ ہیں سچے، پس ان کی صداقت و سچائی

ہمارے لئے اور بدعت ان کی اپنے لئے اور امام احمد بن حنبل، امام ابن معین

اور امام ابو حاتم رازی نے بلاشبہ ان کی توثیق کی ہے اور ابن عدی ان کے

حالات کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ غالی شیعہ تھے۔“

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اہل سنت کی اصطلاح میں غالی شیعہ اسے کہا جاتا ہے کہ جو شخص حضرت

علی علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتا ہو اور انہیں تمام صحابہؓ سے افضل و ارفع جانتا ہو اور انہی کو بعد از پیغمبرؐ

متصل خلیفہ سمجھتا ہو اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہو۔ واضح رہے کہ شیعہ سے متعلق اس قسم کی

اصطلاحات کے دراصل خالق بنی امیہ ہیں اور اس کے پس منظر میں امویوں کے جبر و تشدد کا نتیجہ اور ان کی

شیعہ دشمنی کا فرما تھی۔ بعد ازاں علامہ ذہبی نے ان کے حالات پر اجمالی بحث کی ہے اس کے بعد بطور نتیجہ

کلام یوں رقمطراز ہیں:

فهذا کثیر فی التابعین وتابعیہم مع الدین والورع والصدق

فلورد حدیث هؤلاء لذهب جملة من آثار النبوة وهذه مفسدة بینة

”اس قسم کا (تشیع) تابعین اور تبع تابعین میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے اس

کے باوجود وہ دیندار، پرہیزگار اور سچے ہیں اگر ان شیعہ راویوں کی احادیث کو رد کر دیا جائے تو اس سے احادیث نبویہ کا بڑا ذخیرہ ضائع ہو جائے گا اور یہ بہت بڑی واضح خرابی ہے۔“

(میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۵ طبع مصر، تدریب الراوی للسیوطی صفحہ ۱۲۹ طبع مدینہ منورہ)

اہل علم طبقہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی بنیادی کتابیں صحاح ستہ میں بہت بڑی تعداد میں شیعہ رواۃ موجود ہیں ایسے راویوں کی نشاندہی ہی کے لئے دیگر کتب رجال کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ”مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ مثال کے طور پر کتب صحاح ستہ کا ایک راوی عدی بن ثابت انصاری ہے جو صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا بہت بڑا خطیب اور واعظ تھا، اس کے باوجود اس سے مروی احادیث اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتی ہیں۔

علامہ ذہبی اس کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

الامام الحافظ الواعظ الانصاری الکوفی۔۔۔

اور امام احمد بن حنبل، امام علی، امام نسائی اور امام ابو حاتم رازی وغیرہ آئمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے۔ بعد ازاں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کان امام مسجد الشیعة وقاصهم

”عدی بن ثابت شیعہ کی مسجد کے امام اور ان کے خطیب تھے۔“

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ صفحہ ۱۸۸، میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۶۱، مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۲۴ اور تہذیب التہذیب

وغیرہ)

علاوہ بریں اس سلسلہ میں حاشیہ محمد حسن سنہلی بر اصول شاشی صفحہ ۷۶ طبع دہلی کو بھی دیکھا جاسکتا

ہے۔

مندرجہ بالا اخبار و آثار اور ناقابل تردید دلائل سے یہ حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ اہلسنت کے اصول حدیث کے مطابق شیعہ سے مروی احادیث و روایات قابل عمل اور لائق التفات ہیں یہاں اس مسئلہ پر مزید بحث باعث تطویل ہے لہذا ان ہی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

محمد بن احمد الکاتبؒ:- اس کا پورا نام اس طرح ہے ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابراہیم الحکیمی الکاتب ہے یہ بغداد کے رہنے والے تھے امام دارقطنی۔۔ محمد بن عمران المرزبانی جن کا ابھی اوپر تذکرہ ہوا ہے اور دیگر اکابر اس سے روایت کرتے ہیں یہ روایت کے باب میں ثقہ ہیں۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۲۶۸/۲۶۹ طبع بیروت، شذرات الذهب جلد ۲ صفحہ ۳۴۳، نشوار المحاضرہ للسيوطی جلد ۶ صفحہ ۱۷۷، ہدیۃ العارفین للبغدادی جلد ۲ صفحہ ۳۸)۔

محمد بن احمد الکاتب ماہ ذی القعدہ ۲۵۲ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۳۶ ہجری میں انتقال کیا (المنتظم لابن الجوزی جلد ۶ صفحہ ۳۵۹ طبع دکن، الانساب للسمعانی جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ طبع بیروت، الوافی بالوفیات للصفدی جلد ۲ صفحہ ۴۰ طبع مصر)

رفع اشکال: بعض طبائع کی طرف سے یہ سوال وارد کیا جاسکتا ہے کہ محمد بن احمد الکاتب کے لئے ”ثقة الاہل بیروى مناکیر“ استعمال ہوا ہے اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ کوئی جرح نہیں ہے علمائے فن نے اس کی صراحت کی ہے چنانچہ اصول حدیث کے ماہر علماء ”بیروى مناکیر“ اور ”منکر الحدیث“ میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان تفرق بین روى المناکیر او بیروى المناکیر اوفى حدیثہ نکارۃ  
نحو ذلک و بین قولہم منکر الحدیث ونحو ذلک بان العبارات الاولی لا  
تقدح الراوی قدحاً یعتد بہ والاخری تجرحہ جرحاً معتدا بہ  
تم پر ”روی المناکیر“ یا ”بیروى المناکیر“ یا ”فی حدیثہ نکارۃ“ وغیرہ ایسے الفاظ کے  
اور ”منکر الحدیث“ کے درمیان فرق کرنا لازم ہے کیونکہ پہلے الفاظ قابل اعتبار  
جرح نہیں ہیں برعکس دوسرے یعنی منکر الحدیث کے کہ یہ راوی پر ایسی جرح ہے  
جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔“

(الرفع والتکمیل صفحہ ۱۵۰ طبع حلب، نصب الراية للزیلعی جلد ۱ صفحہ ۱۷۹ طبع قاہرہ، قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۶۳ طبع الریاض، ابحار المنہن مبارکپوری صفحہ ۱۹۱ طبع دہلی)

مزید تفصیل کے لئے عصر حاضر کے مشہور ماہر فن حدیث محمد عبد الرحمن المرعشی کی تازہ تصنیف فتح المنان مقدمہ لسان المیزان صفحہ ۲۶۲ تا صفحہ ۲۶۴ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت ملاحظہ کیجیے

سطور بالا میں بیان کئے گئے دلائل سے ثابت ہوا کہ یروی المناکیر جیسے الفاظ محمد بن احمد الکاتب کے ثقہ اور صدوق ہونے کی منافی نہیں بڑے بڑے جید ائمہ نے اس کو ثقہ کہا ہے اس کے لئے کوئی جرح مفسر ثابت نہیں ہے حالانکہ معمولی فہم کا انسان بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ جس ثقہ یا صدوق راوی پر معمولی جرح یعنی یہم، لہ مناکیر، لہ اوہام اور یخطی وغیرہ ہو تو اس کی منفرد حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

### عطیہ عونؓ پر جرح اور اس کا جواب

اس خطبہ (فدک) کی سند میں راوی عطیہ العونی ہے جو کہ ضعیف ہے علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو یہ خطبہ قابل احتجاج نہیں ہے۔  
جواب:- جناب عطیہ بن سعد العونیؓ کو فہ کے جلیل القدر تابعی ہیں ان کو بعض صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے ان کا شمار اجلہ روایان حدیث میں ہوتا ہے حضرت علی المرتضیٰؓ کے ظاہری زمانہ خلافت میں یہ پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار حضرت سعد بن جناہؓ بارگاہ حضرت علیؓ میں حاضر ہوئے عرض کیا اے امیر المومنینؓ! اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا ہے اس کا نام تجویز کیجیے۔ آپ نے فرمایا ”ہذا عطیۃ اللہ“ یہی سے ان کا نام عطیہ رکھا گیا۔

انہوں نے حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کو عبد اللہ محض اور دیگر مشاہیر صحابہؓ و تابعینؓ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت علیؓ کی محبت سے حظ وافر عطا فرمایا تھا یہی وجہ ہے کہ امتداد زمانہ کے زیر اثر کچھ متعصب لوگوں نے ان کی بے جا تضعیف کی ہے حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ جرح جب تعصب و عداوت اور منافرت وغیرہ کی بنا پر ہو تو ایسی جرح بالاتفاق قابل سماعت نہیں ہے بلکہ یہ جرح نہایت مردود اور مطرود ہے۔

عطیہ عونؓ ۱۱۱ھ کو شہر کوفہ میں واصل بحق ہوئے۔ ان کی حیات مستعار میں ۸۱ھ ان کے لیے انتہائی صبر آزمائش کا سال تھا۔

اسی سال سفاک زمانہ حجاج بن یوسف نے اپنے گورنر کو حکم دیا تھا کہ عطیہ اگر علی بن ابی طالبؓ کو سب و شتم کرے تو فہما و گرنہ اسے ۴۰۰ کوڑے مارے جائیں اس کے سر اور داڑھی کے بال بھی نوچ لیے

جائیں تو جناب عطیہ عوفیؓ نے بھرے دربار میں جلادوں اور ننگی تلواروں کے ہجوم میں اس فعل قبیح سے صاف انکار کر دیا بالآخر اس کو ان سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔

(ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن، ذیل المذیل من تاریخ الصحابہ والتابعین لابن جریر الطبری صفحہ ۹۵ طبع مصر، تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۲ طبع دکن)

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان کیے گئے مندرجات سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ اگر عطیہ عوفیؓ خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور ان کی اولاد پاک کی شان اقدس میں خدا نخواستہ نازیبا کلمات استعمال کرتا تو ”جہوڑ“ کے نزدیک حریز بن عثمان حمصی (مشہور ناصبی، بخاری کا راوی اے ہے) اور عمران بن حطان (بخاری کا راوی ہے حضرت علیؓ کے قاتل ابن ملجم مرادی ملعون کی مدح سرائی کیا کرتا تھا) کی طرح ثقہ، معتبر اور انتہائی قابل اعتماد راویوں میں شمار ہوتا حالانکہ اصول حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ناصبی اپنی منافقت اور عداوت اہل بیتؑ کی وجہ سے غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد ہوتا ہے۔ بلاوجہ صرف محبت علیؓ کے جرم میں عطیہ العوفیؓ کو متہم اور مطعون کرنے کی سعی نامشکور کی گئی۔

جبکہ امام بخاری کی ”الادب المفرد“ کے علاوہ سنن اربعہ یعنی ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ جیسے کتب صحاح کے مشاہیر ائمہ حدیث نے عطیہ عوفیؓ سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا۔ جو اس کے عادل اور قابل اعتبار ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔

سطور ذیل میں ہم اہل سنت کے مشاہیر ائمہ اور محدثین کی توثیقات پیش کئے دیتے ہیں تمام کا استقصاء تو دشوار ہے لیکن بطور مثال صرف چند ایک کی تصریحات یہ ہیں۔  
امام ابن معین نے عطیہ عوفیؓ کی زبردست توثیق کی ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے: مجمع الزوائد للہیثمی ج ۹ صفحہ ۱۰۹ طبع بیروت، تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۲۵، تاریخ یحییٰ ابن معین ج ۲ صفحہ ۴۰۶ طبع حلب)۔

جب یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا: کیف حدیث عطیہ؟ آپ عطیہ عوفیؓ کی حدیث کو کیسے پاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ”صالح“۔ (مسند ابن الجعد صفحہ ۳۰۲۔ روایت نمبر ۲۰۴۸ طبع دار الکتب العلمیہ - بیروت)

اے اس سلسلہ میں کتب صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ناصبی راوی اور ان پر سیر حاصل تبصرہ کے لیے ہماری تازہ تصنیف ”الہدیۃ السنیۃ بجواب تحفہ اثنا عشریہ“ کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن معین علم حدیث اور فن جرح و تعدیل کے امام ہیں یہ مذہب کے لحاظ سے غالی حنفی تھے۔  
جیسا کہ علامہ ذہبی نے اس کی تصریح اپنی کتاب ”الرواة الثقات المتکلم فیہم بما لا یوجب ردہم“ میں  
کردی ہے اتنے بڑے حنفی امام اور محدث کی توثیق و تصدیق کے بعد عطیہ عوفیؒ کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کسی  
بھی شبہ کا احتمال ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

چوتھی صدی ہجری کے بڑے محدث حافظ ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاپین  
بغدادی نے لکھا ہے:

عطیة العوفی لیس بہ بأس، یہ ثقہ ہے اس سے حدیث اخذ کرنے میں کوئی حرج  
نہیں ہے۔

(تاریخ اسماء الثقات صفحہ ۱۷۲، رقم ۱۰۲۳ طبع الدار السلفیہ کویت)

واضح رہے کہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات مرقوم ہے کہ آئمہ حدیث کی  
اصطلاح میں ”لا بأس بہ“ راوی کے ثقہ ہونے کا ہی مفہوم ہے۔ (۱)

نہایت ثقہ اور معتمد مورخ محمد ابن سعد بصری نے عطیہ عوفیؒ کے حالات میں لکھا ہے:

وكان ثقة ان شاء الله تعالى وله احاديث صالحة

عطیہ عوفیؒ انشاء اللہ تعالیٰ قابل وثوق ہے اور اس سے مروی احادیث بالکل  
درست ہیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن ۱۳۲۱ھ)

اصح الکتاب صحیح بخاری کے شارح علامہ بدرالدین عینی نے فقہ حنفی کی استدلالی کتاب ”طحاوی  
شریف“ کے راویوں کے حالات میں ایک ضخیم کتاب ”مغانی الاخیار من رجال معانی الآثار“ کے نام سے  
تصنیف فرمائی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کی تلخیص مولانا رشد اللہ السندی نے ”کشف الاستار عن  
رجال معانی الآثار“ کے نام سے ایک جلد میں مرتب کی جسے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع

۱۔ اگر جس راوی کے بارے میں ”لا بأس بہ“ کہا جائے تو وہ ثقہ ہوتا ہے۔ اس مطلب کو مزید دیکھنے کے لیے ملاحظہ  
فرمائیں! تقریب النواوی مع شرحہ نوع ۲۳ صفحہ ۲۳۱ طبع مدینہ منورہ، تذنیب لتقیب التقرب صفحہ ۴۰ از مولانا امیر علی حنفی بلخ

آبادی طبع ناول کشور۔

الدیوبندی نے اپنے مفید مقدمہ و حواشی کے ساتھ اپنے مرکزی ادارہ ”دار الاشاعت والتدریس دار العلوم دیوبند“ سے ۱۹۳۰ء کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہی نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ چنانچہ اس مذکورہ کتاب میں امام بدرالدین عینی اور مولانا رشید اللہ السندی حضرت عطیہ عوفی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

عطیہ بن سعد بن جنادة العوفي الجدلي الكوفي ابو الحسن صدوق

”عطیہ بن سعد عوفی (روایت حدیث کے باب میں) سچا ہے“

(کشف الاستار صفحہ ۷۵ طبع دیوبند)

اور اسی طرح ماضی قریب کے مشہور محقق علامہ استاذ احمد محمد شاہ نے بھی سنن ترمذی کی شرح میں ان کی بھرپور مدافعت کی ہے اور واشگاف الفاظ میں کہا ہے:

”لوگوں نے عطیہ کے بارے میں کلام کیا ہے حالانکہ وہ (حدیث کے باب

میں) سچا ہے میرے نزدیک اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہے اور بلا

شبہ امام ترمذی نے اس کی سب سے زیادہ تحسین کی ہے۔“

چنانچہ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

وعطیة هذا تكلموا فيه كثيراً وهو صدوق وفي حفظه شئى وعندی ان

حدیثه لا یقل عن درجۃ حسن وقد حسن له الترمذی كثيراً کما فی

الحديث

(التعليقات على سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۳۴۲ باب ماجاء فی صلاة الضحی طبع قاہرہ)

نیز امام ترمذی نے عطیہ عوفیؒ سے مروی اس محولہ بالا باب کی حدیث اور حدیث ثقلین کے ذیل میں ان دونوں کو حسن اور بعض دیگر احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و در سندش عطیہ بن سعد عوفی ست ..... وابن معین وغیرہ توثیقش نموده و ترمذی حدیث اور را تحسین

کرده و ایں حدیث از ہماں جنس ست کہ آن را حسن گفته و ابن خزیمہ حدیث اور را صحیح خود آورده و نسائی



باسناد صحیح از طارق بن شہاب بجلی آوردہ۔

”اس حدیث کی سند میں عطیہ بن سعد عوفی ہے ابن معین اور دیگر آئمہ نے اس کی توثیق کی ہے امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا اور یہ حدیث اسی جنس سے ہے کہ جسے ہم حسن کہا جائے امام ابن خزیمہ اس کی حدیث کو اپنی ”صحیح“ میں لائے ہیں اور امام نسائی صحیح سند کے ساتھ طارق بن شہاب بجلی کے طریق سے عطیہ عوفی کی حدیث لائے ہیں۔“ (ریاض المرتاض صفحہ ۲۱۱ طبع بہوپال، اکیلیں الکرامۃ فی تبیان مقاصد الامامہ ص ۲۱۹ مطبع صدیقی ۱۲۹۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امالی الاذکار جلد ۲ صفحہ ۴۱۴ طبع بیروت میں کچھ تفصیل سے عطیہ عوفی کی توثیق نقل کی ہے۔ مزید برآں احناف کے فقیہ شہیر ابو الحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی کے مایہ ناز شاگرد مولانا امیرعلی حنفی ملیح آبادی متوفی ۱۹۱۹ء مترجم ہدایہ و فتاویٰ عالمگیری نے بھی اپنی کتاب تقییب تقریب مطبوع بر حاشیہ تقریب التہذیب صفحہ ۲۶۵ طبع نول کشور میں عطیہ عوفی کے بارے میں امام ترمذی کی تحسین کو نقل کیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام ترمذی کا عطیہ سے مروی حدیث کو ”حسن“ کہنا اس سے مراد سند کا اچھا ہونا ہے خود امام ترمذی نے کتاب ”العلل“ میں اس بات کی تصریح بھی کر دی ہے:

”جہاں ہم ”حدیث حسن“ کہتے ہیں وہاں ہماری مراد سند کا حسن ہونا ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو جس میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور وہ حدیث شاذ بھی نہ ہو، تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔“

اب یہ کہنا کہ عطیہ عوفی غیر ثقہ ہے محض تعصب اور تحکم و سینہ زوری ہے ورنہ ان مندرجات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امور ثابت اور واضح و آشکار ہو چکے ہیں کہ عطیہ عوفی حدیث کے باب میں ثقہ، صدوق اور نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات کا حامل ہے اس سے مروی احادیث اور روایات عند المحدثین صحیح ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہونے کے باوجود پھر بھی کوئی بلا تدر و تفکر انکار پر مصر رہے تو یہ لا علاج مرض ہے کیونکہ:

ے گر نہ بیند بروز شپہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اکابر علماء اہل سنت جنہوں نے خطبہ فدک کو نقل کیا ہے

ان ہی حقائق کے پیش نظر بہت سے وسیع النظر محققین اور اساطین علم و تحقیق نے کھلے دل سے اس خطبہ فدک کو تسلیم کیا اور اپنی تالیفات میں بلا تکبر اسے نقل کر دیا ہے۔  
ذیل میں مزید ان مصنفات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

چنانچہ تیسری صدی ہجری کے معروف ادیب اور مشہور مورخ و محقق ابوالفضل احمد بن ابی طاہر المعروف ابن طیفور جو بغداد میں ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۰ھ میں انتقال فرما گئے آپ اہل سنت کے بلند پایہ محدث ہیں ان کے مزید حالات کے لیے تاریخ بغداد، جلد ۴ صفحہ ۲۱۱، معجم الادباء جلد ۱ صفحہ ۳۸۵، الاعلام للزرکلی جلد ۱ صفحہ ۱۳۸، فہرست لابن ندیم صفحہ ۱۸۰ وغیرہ کتب رجال کو دیکھا جائے۔

انہوں نے اپنی تاریخی کاوش ”بلاغات النساء“ میں ان خطبوں کو شامل کرنے کا شرف حاصل کیا اور تین سلسلوں سے وہ ان کی سند لائے ہیں بلاغات النساء مطبوعہ الطبعة الاولى دارالاضواء بیروت ۱۹۹۹ء اس کی تحقیق و تخریج کا نہایت قابل ستائش کام ڈاکٹر یوسف البقاعی نے کیا ہے یہی نسخہ ہمارے کتب خانہ کی زینت ہے چنانچہ مورخ موصوف خطبہ فدک کو بعنوان ”کلام فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کے ذیل میں لائے ہے جو صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۳۰ تک پھیلا ہوا ہے اس خطبہ کی صحت کے لئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے جناب زید شہیدؑ کا یہ بیان لکھا ہے:

رایت مشایخ آل ابی طالب یروونہ عن آبائہم ویعلمونہ ابنائہم  
”میں نے خاندان ابوطالب کے بزرگوں کو اپنے آبا و اجداد سے یہ خطبہ  
روایت کرتے ہوئے دیکھا اور وہ اپنی اولاد کو یہ خطبہ یاد کرواتے تھے“  
اور مورخ ابن طیفور نے یہ جملہ بھی جناب زید شہیدؑ کا ہی ارقام کیا ہے  
وقد حدثنیہ ابی عن جدی یبلغ بہ فاطمة علی ہذہ الحکایة  
”اور بے شک مجھے اپنے پدر بزرگوار نے میری جدہ ماجدہ کے حوالے سے یہ  
خطبہ بیان فرمایا ہے۔“

۲۔ برادران اہلسنت کے ایک اور قابل قدر دانشمند امام ابو بکر احمد بن عبدالعزیز جو ہری بغدادی متوفی

۲۳ھ کا نام ملتا ہے۔ جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں خاصے تحقیقی کارنامے سرانجام دیے ہیں اور جن کی ایک تصنیف ”السقیفة وفدک“ ہے بحمد اللہ ہمارے کتب خانہ میں اس کا ایک مطبوع نسخہ موجود ہے یہ وہ علمی شخصیت ہیں کہ جن کے بارے میں ممتاز عالم عبدالحمید ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنے تاثرات یوں بکھیرے ہیں:

وابوبکر الجوهري هذا عالم محدث، كثير الادب، ثقة، ورع اثنى عليه  
المحدثون ورووا عنه مصنفاته

”اور ابوبکر جوہری۔ یہ مانے ہوئے عالم، محدث، ادب آفریں۔ نہایت معتبر اور  
پرہیزگار بزرگ ہیں۔ سارے محدثین نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان  
کے متاع فکر کی روایت کی ہے۔“ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۰ طبع مصر)

ان کے علاوہ امام ابوبکر جوہری کی توثیق بہت سی کتب رجال میں موجود ہے لیکن یہ اوراق مزید  
تذکرہ کے متحمل نہیں ہیں۔

امام جوہری نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۹۷ تا صفحہ ۱۰۵ طبع مکتبہ نینوی الحدیثہ میں خطبہ  
فدک کو چار طرق و اسانید سے بیان کیا ہے۔

۳۔ اور علامہ ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنی مایہ ناز کتاب شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۰ تا  
صفحہ ۲۳۴ طبع دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۶۲ء میں حضرت علی المرتضیٰ کے خطبہ میں مروی ”وكانت في  
ايدينا فدك“ کے تحت بڑی شرح و بسط کے ساتھ درج کیا ہے۔ ابن ابی الحدید کی یہ شرح بہت سے اہم  
اور دقیق مطالب پر مشتمل ہے جس سے بعد میں آنے والے اہل سنت کے علماء نے اس سے استفادہ کیا  
ہے۔

۴۔ شہرہ آفاق مورخ احمد بن ابی یعقوب بن واضح الکاتب عباسی، یہ تیسری صدی کا مورخ ہے اور  
بقول علامہ شبلی نعمانی کہ ”اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے چونکہ اس کو  
دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا سکا ہے اس کی کتاب جو ”تاریخ  
یعقوبی“ کے نام سے مشہور ہے“ اس کتاب کے صفحہ ۸۶ جلد ۲ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۶۰ء میں  
حضرت بتول عذراء کے اس احتجاجی خطبے کا حوالہ دیا گیا ہے۔



۵۔ تیسری اور چوتھی صدی کے معروف مؤرخ ابوالحسن علی بن حسین المسعودی الشافعی المتوفی ۳۶۱ھ جو بقول شبلی نعمانی کہ ”فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مؤرخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بھی بہت بڑا ماہر تھا“ (الفاروق صفحہ ۷)۔

انہوں نے اپنی تصنیف ”مروج الذهب“ جلد اول صفحہ ۴۱۶ المطبعة البیہ المصریۃ مصر ۱۹۲۷ء میں بعد از وفات پیغمبرؐ رونما ہونے والے واقعات اور اس خطبے کی جانب یوں اشارہ کیا ہے:

واخبار من قعد من البیعة ومن بايع وما قالت بنو هاشم وما كان من قصة  
فدک وماقاله اصحاب النص وال اخبار فی الامامت وما قالوه فی امامة  
المفضول وغيره وما كان من فاطمة وكلامها متمتلة حين عدلت الى قبر  
ابيها عليه السلام۔۔۔ مما ترکنا ذکره من الاخبار فی هذا الكتاب اذ كنا  
قد آتينا علی جميع ذلك فی کتابنا اخبار الزمان والكتاب الاوسط فاغنی  
ذلك عن ذکره هاهنا،

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے خاندان بنو ہاشم کا ابوبکر کی بیعت اور واقعہ  
فدک کے متعلق مفسرین و مؤخرین کے بیانات امامت اور مفضول کی امامت کے  
متعلق ان کی آراء اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کا اپنے بابا رسول خداؐ کی قبر مبارک پر  
فریاد کرنا اور جناب فاطمہ زہراؑ اور ان کے خطبے کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں کیا بلکہ  
اپنی دوسری تصانیف ”اخبار الزمان“ اور ”کتاب الاوسط“ میں ہم نے اس کا تفصیلی  
ذکر کر دیا ہے۔

ہمیں مؤثق ذرائع سے مسموع ہوا ہے کہ علامہ مسعودی شافعی کی محولہ بالا دونوں کتابیں بیروت سے  
چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود ہمیں دستیاب نہ ہو سکیں ورنہ ہم اپنے قارئین کے  
لیے انہی کتابوں سے اصل عبارت کو نقل کر دیتے۔

۶۔ دنیائے اسلام کے سیرت نگار ابوالفرج علی بن حسین اصہبانی اموی متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی تالیف  
”مقاتل الطالبیین“ جلد اول صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۳ طبع دار احیاء العلوم بیروت ۱۹۶۲ء میں جناب عون ابن

عبداللہ ابن جعفر کے حالات میں اس خطبے کی نشاندہی اس طرح کی ہے:

أُمّه زينب العقيلة بنت علي ابن ابي طالب وأُمّها فاطمة بنت رسول  
الله ﷺ والعقيلة هي التي روى ابن عباس عنها كلام فاطمة ص في فدك  
فقال: حَدَّثَنِي عَقِيلَتُنَا زَيْنَبُ بِنْتُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ... الخ۔

”جناب عون کی والدہ۔ علیؑ ابن ابی طالب اور رسول کریم کی بیٹی جناب فاطمہ  
زہراءؑ کی صاحبزادی حضرت زینبؑ عقیلہ تھیں اور فہم و فراست کی نشانی یہ وہی زینبؑ  
ہیں جن کے بارے میں جناب عبداللہ ابن عباس نے کہا تھا کہ: ”حضرت فاطمہؑ کا  
فدک والا خطبہ مجھے عقلیہ بنی ہاشم جناب زینب بنت علی سے دستیاب ہوا“

۷۔ بلند پایہ محدث اور قابل تعریف مورخ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن فرأغلی بن عبداللہ بغدادی  
المعروف سبط ابن جوزی حنفی نزیل دمشق (متوفی ۷۵۴ھ)

اپنی معرکۃ الاراء کتاب ”تذکرۃ الخواص من الامة“ صفحہ ۲۸۵ طبع دارالاضواء بیروت ۱۴۰۱  
ھ میں جناب سیدہؑ کی فصاحت و بلاغت پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے آپ کے خطبہ فدک کے ایک خاص حصے  
کو تحریر میں لائے ہیں

۸۔ عربی ادب کے نامور سکالر امام مجدالدین ابوسعادات مبارک المعروف ابن اثیر الجزری متوفی  
۷۰۶ھ نے اپنی لغت کی مشہور و متداول کتاب ”النهاية في غريب الحديث والاثار“ جلد ۳ صفحہ ۳۵۷  
المطبعة الخيرية بمصر قاہرہ ۱۳۰۶ھ میں لفظ ”لمة“ کی وضاحت میں  
لخت جگر پیغمبر کے خطبے کی جانب بایں الفاظ اشارہ فرمایا ہے:

”لمة“ فی حدیث فاطمة رضی اللہ عنہا انہا خرجت فی لمة من نسائہا تتوطا  
ذیلہا الی ابی بکر فعاتبتہ ای فی جماعۃ من نسائہا،

۹۔ حافظ ابن اثیر جزری نے منال الطالب شرح غریب الطوال صفحہ ۵۰۱ تا صفحہ ۵۳۴ مطبوعہ مکہ  
مکرمہ میں جناب زینبؑ بنت علیؑ کے حوالے سے خطبہ فدک کو نقل کیا ہے نیز ابن اثیر نے ابن قتیبہ کا یہ قول  
لکھا ہے قد کنت کتبتہ وانا أری ان له اصلاً خطبہ نقل کرنے کے بعد اس امر کی صراحت یوں کی ہے ہذا

طرف من حديث اطول منه يروى من طريق اهل البيت وحكمه حكم الحديث الذي قبله فى الرد والقبول  
فان لفظها ومعناها معترضان من بحر واحد

۱۰۔ لغت عرب کے امام جمال الدین محمد ابن کرم افریقی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”لسان العرب“  
جلد ۱۲ صفحہ ۵۲۲ طبع دار صادر بیروت ۱۹۹۷ء میں لفظ ”لم“ کی تشریح کے ذیل میں اس خطبے کا اقتباس  
وہی نقل کیا ہے جو نہایت کے حوالے سے اوپر گزر چکا ہے۔

۱۱۔ دور حاضر کے محقق، مورخ اور نقاد ڈاکٹر عبد الفتاح عبد المقصود المصری نے اپنی گرانمایہ کتاب  
”سیدتنا البتول فاطمة الزهراء رضی اللہ عنہا“ جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ تا صفحہ ۳۷۸ طبع مکتبۃ المنہل الکویتہ  
بیروت ۱۹۸۲ء میں اس خطبے کو اپنی کتاب کی زینت بنایا۔

۱۲۔ دمشق کے ایک سوانح نگار مصنف علامہ عمر رضا کمالہ نے اپنی کتاب ”اعلام النساء فی عالمی  
العرب والاسلام“ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۳ مطبوعہ مطبعہ ہاشمیہ دمشق ۱۹۵۹ء میں پورا خطبہ درج کرنے کی  
سعادت حاصل کی ہے۔

۱۳۔ ماضی قریب کے ایک صائب الرائے اور صحیح الفکر دانشور محقق استاد محمد بن حسن الحجوی الفاسی متوفی  
۱۳۷۶ھ اپنی تالیف ”الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی“ جلد اول صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ الطبعة الاولى  
مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۶ھ میں زیر عنوان ”سیدتنا فاطمة بنت مولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“  
میں اس خطبے کی طرف یوں توجہ مبذول فرماتے ہیں:

--- لكن ترجمة فضلها وعقلها وادبها وشعرها وخطبها وجودها

وفقهها خصة بالتأليف وانظر خطبها في كتاب بلاغات

النساء--- الخ

حقیقت حال یہ ہے کہ مؤلف موصوف فقہی مسلک کے لحاظ سے مالکی ہیں اور عقیدے کے اعتبار  
سے پکے سلفی اہلسنت ہیں جیسا کہ اسی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ کی ”القسم الرابع“ میں خود فرماتے ہیں:

اما عقيدتي فسنية سلفية اعتقد عن دليل قرآني برهاني ما كان عليه

النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه الراشدون--- مالکی المذهب

### ماقام دلیل۔۔۔

اس کتاب کے فاضل محشی استاد عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری نے بھی اس کتاب کے ابتدائی صفحہ پر مؤلف کا یہی مذہب و مسلک تحریر کیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ زیر نظر کتاب اپنے موضوع پر مرجع اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے مؤلف نے کمال درجہ مطالعہ و تحقیق کے بعد بی بی عالیہ سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کی توثیق و تصویب فرمائی ہے۔

۱۴۔ زمانہ حاضر کے ایک مشہور سکالر و دانشور استاد توفیق ابوعلم جن کا شمار اہلسنت کے شہیر اور نامور محققین علماء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیف ”اہل البيت“ [ ] ص ۱۵۷ طبع الطبعة الاولى مصر ۱۹۷۰ء اور دوسری کتاب ”فاطمة الزهراء“ ص ۲۱۴ طبع دار المعارف بمصر قاہرہ، میں عنوان ”بلاغتها وفصاحتها رضی اللہ عنہا“ کے تحت جناب خاتون جنتؑ کے پورے خطبے کو تحریر کیا ہے۔

### مشاہیر علماء شیعہ جنہوں نے خطبہ فدک کو اپنی تالیفات میں درج کیا ہے

مندرجہ بالا تمام تصریحات برادران اسلامی کے معتمد علیہ اور جید علمائے کرام کی تھیں جنہوں نے اپنی تالیفات میں جناب مخدّرہ کائنات سلام اللہ علیہا کے اس خطبے کو ارقام فرمایا ہے اور اب شیعہ مکتب فکر سے وابستہ جن علماء اعلام نے جناب فاطمۃ الزہراءؑ کے ان ارشادات کو اپنی تصنیفات میں درج کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں

۱۵۔ اعظم علمائے شیعہ میں سے چوتھی صدی ہجری کے بطل جلیل عالم محمد بن جریر ابن رستم طبری اپنی معرکہ آراء کتاب ”دلائل الامامة الواضحة“ ص ۳۰ تا صفحہ ۳۹ طبع نجف ۱۹۶۳ء میں زیر عنوان ”حدیث فدک“ جگر گوشہ امام الانبیاءؑ کے خطاب کو پانچ طرق و اسانید کے ساتھ تحریر میں لائے ہیں۔

۱۶۔ رئیس المحدثین ابو جعفر محمد ابن علی یعنی شیخ صدوق علیہ الرحمة متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی ایک بیش بہا تصنیف ”علل الشرائع“ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ طبع نجف میں موضوع کی مناسبت سے صدیقہ طاہرہ کے اس خطبے سے استنباط فرمایا ہے اور اپنی دوسری کتاب ”معانی الاخبار“ ص ۳۵۴ طبع موسسة العلمی بیروت میں

جناب سیدہ کے ان ارشادات کا پورا متن درج کیا جو آپ نے مدینے کی خواتین کے سامنے فرمائے تھے چونکہ آپ پوری کائنات کی خواتین کے لئے ایسا نمونہ عمل اور اسوہ کامل ہیں کہ مہتاب بھی آپ کے نقوش کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

۱۷۔ چھٹی صدی ہجری کے بلند دانشمند شیخ احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی نے کتاب ”احتجاج طبرسی“ میں اس خطبہ کو حسب ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

روی عبد اللہ بن الحسن باسنادہ عن ابائہ علیہم السلام انہ لما اجتمع

ابوبکر و عمر علی منع فاطمة فذک وبلغھا ذلک لاثت خمارھا علی

راسھا۔۔۔ الخ

(ملاحظہ فرمائیں: احتجاج طبرسی صفحہ ۶۱ تا صفحہ ۶۵ مطبوعہ المطبعة المتضویہ نجف اشرف ۱۹۳۲ء)

۱۸۔ ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ نے ”مناقب آل ابی طالب“ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ تا صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ قم المقدسہ میں جناب بتولؑ عذراء کے ان ارشادات کو لکھا ہے

۱۹۔ امام السالکین جناب سید ابن طاووس متوفی ۶۶۳ھ نے بھی اپنی تالیف ”الطرائف فی معرفة مذاهب الطوائف“ صفحہ ۲۶۳ تا صفحہ ۲۶۴ طبع موسسة البلاغ بیروت ۱۴۱۹ھ میں بعنوان ”خطبہ فاطمة الزہراءؑ فی مجلس ابی بکر“ کے ذیل میں اس خطبے کے اہم حصوں کو پوری سند کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔

۲۰۔ ساتویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور شارح نہج البلاغہ شیخ کمال الدین میثم بن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ نے جناب عثمان ابن حنیف کے نام مولائے متقیان حضرت علی مرتضیٰؑ کے مکتوب گرامی کی تشریح میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”یہ نہایت طولانی خطبہ ہے۔ بعد ازاں انہوں نے اس کے بعض جملے بھی نقل کیے ہیں۔“

(ملاحظہ ہو: شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی جلد ۵ صفحہ ۱۰۵ طبع بیروت)



۲۱۔ ساتویں صدی کے ایک عظیم دانشور علی ابن عیسیٰ الرلی متوفی ۶۹۳ھ اپنی کتاب ”کشف الغمہ“ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ تا صفحہ ۱۱۶ طبع نجف ۱۳۸۵ھ میں اس خطبے کو ابو بکر احمد بن عبدالعزیز بغدادی کی کتاب ”السقیفة وفدک“ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۲۲۔ علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ نے اس سرچشمہ نور اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنہا یادگار کے انتہائی خوش نمائند کے بکھرے ہوئے پھولوں کو جمع کیا اور متعلقہ حوالوں کو بڑی وضاحت سے ”بحار الانوار“ جلد ۶ صفحہ ۱۰۷ طبع بیروت میں رقم فرمایا ہے!

۲۳۔ علامہ سید محسن الامین الحسینی العالمی نے ”اعیان الشیعة“ جلد ۱ صفحہ ۴۵۹ تا صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ دار المعارف للمطبوعات بیروت میں دختر پیغمبرؐ کے ان احتجاجی فرمودات کو شامل کتاب کرنے کا شرف پایا ہے۔ مذکورہ بالا سطور میں چند مصنفات کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے وگرنہ بی بی پاک سلام اللہ علیہا کے ان ارشادات کو اہل فکر و نظر کی ایک بڑی تعداد نے نقل کیا ہے جنہیں خوف طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جا رہا ہے فذلک بحر لا ساحل لہ۔

۷۔ گر نیاید بگوش حقیقت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس

یہ وہ تاریخی حقائق تھے جنہیں اجمالی طور پر ہدیہ قارئین کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ الزہراءؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس تاریخی خطبہ کی وثاقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

### قرآنی آیات سے استشہاد

الغرض عالمہ غیر معلمہ بی بیؑ نے اپنے بصیرت افروز خطبے میں اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے قرآن مجید کی متعدد آیات سے استدلال کرتے ہوئے صدائے احتجاج بلند کی۔ مزید برآں ایسی بکثرت روایات اور مستند علماء کی توضیحات بھی وارد ہوئی ہیں کہ جن سے ثابت ہے کہ حضرت صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنے موقف کی تائید میں قرآنی آیات کو استحضار و استشہاد کے طور پر پیش کیا۔

چنانچہ یو صیکم اللہ اولادکم کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی یوں تحریر کرتے ہیں:

احتجت فاطمةؑ بعموم قوله تعالیٰ یو صیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ

الانشین۔

حضرت فاطمہ زہراءؑ نے حضرت ابوبکر کے سامنے اس عمومی آیت کو بطور احتجاج پیش کیا۔

امام المناطقة علامہ عبد العزیز بخاری اصول بزدوی کی مشہور شرح کشف الاسرار جلد ۱ صفحہ ۳۰۸ طبع الصدف پبلشرز کراچی میں ”باب العام اذا الحقہ الخصوص“ کے تحت رقم طراز ہیں:

اجماع السلف علی الاحتجاج بالعموم الی بالعام الذی خص منه فان فاطمة احتجت علی ابی بکر فی میراثها من ابیها بعموم قوله تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم الایة مع ان الکافر والقاتل وغیرهما خصوصاً۔

اسلاف کا اجماع ہے کہ جس عام کی تخصیص کی گئی ہو اس سے احتجاج کرنا درست ہے کیونکہ حضرت فاطمہؑ نے اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے خلاف اس آیت کے عموم کے ساتھ دلیل پیش کی تھی کہ یوصیکم اللہ فی اولادکم... الخ باوجود اس کے کہ آیت کا عموم کافر اور اپنے باپ کی قاتل اولاد سے تحصیل خوردہ ہے۔

اور بعینہا اسی طرح قاضی بیضاوی نے اپنی تصنیف ”مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام“ جو مختصر اصول ابن حجب کی نہایت عمدہ شرح ہے، اس کے صفحہ ۹۸، ۱۰۴ طبع قدیم بلاق مصر میں عموم جمع استدلال ہو سکتا ہے؟ کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویدل علیہ وجوہ الاول تمسک الصحابة فان فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تمسک بعموم قوله تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم... الخ

یہ چند وجوہات سے ثابت ہے پہلی یہ کہ صحابہ کرامؓ نے عموم حکم سے تمسک کیا ہے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عموم آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم کے ساتھ تمسک کر کے استدلال پیش کیا۔ (کذا فی مختصر الاصول بن حجب نحوی صفحہ ۷۵

المطبعة السعادة بمصر سن اشاعت ۱۳۲۶ھ)

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی رقم طراز ہیں:

پس ازاں صعب ترین اشکالات آن بود کہ حضرت فاطمہؑ وعباسؓ بظاہر عموم آیت

یوصیکم اللہ..... متمسک شدہ میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب کردند تمام مشکلات سے زیادہ مشکل حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ ہوئی کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نے آیت مبارکہ یوصیکم اللہ فی اولادکم..... الخ کے ظاہری عموم سے دلیل پکڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کر دیا۔

(ازالة الخفایع خلافة الخلفاء مقصد ۲ صفحہ ۲۹، ۳۰ مطبوعہ صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

مزید برآں اس سلسلے میں طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۸۶ طبع لیدن ”باب ذکر میراث رسول اللہ صلعم وماترک“ کے ذیل میں حضرت امام جعفر الصادقؓ سے مروی ایک روایت بایں الفاظ موجود ہے:

جاءت فاطمة ابی بکر تطلب میراثها وجاء العباس بن عبد المطلب یطلب میراثه وجاء معهما علی فقال ابو بکر قال رسول اللہ لا نورث ماترکناہ صدقة وما کان النبی یعول فعلى فقال علی وورث سلیمان داؤد قال زکریا یرثنی وترث من ال یعقوب قال ابو بکر هو هکذا وانت واللہ تعلم مثلما اعلم فقال هذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا۔

(کذا فی کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۳۴ طبع دکن، جمع الجوامع للسيوطی ج ۱۵ صفحہ ۳۷۸ طبع بیروت)

حضرت فاطمہ زہراءؓ حق میراث طلب کرنے کے لیے ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور جناب عباسؓ بن عبد المطلب بھی میراث مانگنے کے لیے آئے اور ان دونوں کے ساتھ سیدنا علی المرتضیٰ ان کی ترجمانی کے لیے تشریف لائے، سو ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے اور نبی کریمؐ جس کی کفالت کرتے تھے وہ میں کر دوں گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے اس میراث انبیاء کے جواب میں یہ آیات پیش کیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں: کہ حضرت زکریاؑ نے دعا کی کہ مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ ایسا ہی ہے اور آپ قسم بخدا جیسا ہم جانتے ہیں ویسا آپ جانتے ہیں۔ اس پر حضرت علی مرتضیٰؓ نے کہا کہ اللہ کی کتاب بول کر میراث انبیاء کو بیان کر رہی ہے اس پر مکالمہ ختم ہو گیا اور وہ

چلے گئے۔

برصغیر کے مشہور سیرت نگار عالم مولانا حافظ عبدالرحمن امرتسری اپنی مشہور تصنیف ”الصدیق“ میں قدرے وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو ابوبکر صدیقؓ کے شروع میں خلافت میں بی بی فاطمہؓ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق کے پاس آئیں اور اپنے باپ کی وراثت کی دعویٰ دیا کہ ابوبکر صدیقؓ نے جو مال میں فدک اور دیگر اموال شامل تھے۔ ان کا دعویٰ قرآن مجید کی اس آیت پر مبنی تھا: **يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلَّذِيْكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ**۔۔۔۔۔ (نساء: ۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد (کے حصوں) کے بارے میں تم سے کہہ رہا ہے کہ لڑکے کا دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔ ابوبکر صدیقؓ نے یہ جواب دیا کہ پیغمبروں کے مال میں وراثت نہیں ہوتی۔ اس پر بی بی فاطمہؓ ناراض ہو کر چلی گئیں اور مرتے دم تک ابوبکر صدیقؓ سے نہ بولیں۔ یہ قصہ کتب حدیث اور تاریخ میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو کتاب الصدیق یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات۔ صفحہ ۱۰۴-۱۰۵ ضمیمہ باب پنجم قصہ فدک و جمع قرآن۔ مطبع روز بازار امرتسر طبع اول ۱۸۹۷ء)

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنتؓ کے جواب میں مخالف نے کوئی آیت پیش نہیں کی تو اس تناظر میں دختر رسول کا موقف انتہائی مضبوط ثابت ہوتا ہے۔

اس موضوع پر مستقل کتب رقم کی جا چکی ہیں جن کی طرف مراجعت باعث استفادہ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان احتجاجات کا اثر حکمرانوں پر بھی ہوا یا نہیں؟؟ اسلامی تاریخ اس کا جواب نفی میں دیتی ہے حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ حاکم وقت ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر ہی قبضے سے دستبردار ہو جاتا مگر افسوس کہ ارباب اقتدار کے کانوں پر جوں تک نہ ریگی بلکہ انصاف دینے کے بجائے درباری فیصلے نے مندرہ کائنات حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو گونا گوں مصائب و آلام کی سگڑ وادی میں ڈال دیا۔ ہر آئے دن ایک نئی مصیبت سامنے آتی تھی۔ انتہائی حیرت ہے کہ فدک کے مقدمے میں حکمران خود ہی فریق بھی ہیں اور خود ہی فیصلے بھی کرتے ہیں کیا دنیا کی کوئی عدالت ایسے انصاف کی اجازت دیتی ہے؟ کلیجہ

کانپ جاتا ہے ایسے فیصلے پر۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبر کرامیؐ قدر کی رحلت کے بہت قلیل عرصہ بعد سیدہ خاتونؓ جنت ان حکمرانوں سے اپنا حق لیے بغیر دار فانی سے دار البقا کی طرف رخصت ہو گئیں لیکن آج بھی یہ قرض حکمرانوں کی گردنوں پر ہے جو تا قیامت رہے گا۔

### حضرت علی علیہ السلام نے فذک کیوں نہ واپس لیا؟

جواب: آپ نے نبی مکرم صلی اللہ علی وآلہ وسلم کی مندرجہ ذیل احادیث پر عمل کرتے ہوئے فذک واپس نہ لیا چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیف انتم والائمة من بعدی یستأثرون بهذا الفی قلت اما والذی بعثک بالحق اصنع سیفی علی عاتقی ثم اضرب به حتی القاک او الحقک قال او لا اذلک علی خیر من ذلک تصبر حتی تلقانی

تمہارا کیا حال ہوگا کہ میرے بعد ائمہ مال فنی کو ذاتی مال سمجھیں گے میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ لوں گا اور اس سے ماروں گا حتیٰ کہ آپ سے آملوں تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتا دوں؟ صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔

- ۱۔ سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب قتل الخوارج جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ حدیث ۴۷۵۹ طبع دہلی ۱۲۷۱ھ
  - ۲۔ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰، المطبعة المیمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ۔
  - ۳۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثانی حدیث ۳۷۱۰، طبع مجتبائی دہلی
- یہ حدیث ”حسن“ ہے ملاحظہ ہو:

سنن ابوداؤد ترجمہ وفوائد ابوعمار عمر فاروق سعیدی جلد ۴ صفحہ ۶۱۱، ۶۱۲ طبع دارالسلام لاہور ۱۴۲۸ھ، مشکوٰۃ مترجم اردو کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثانی ناشر مکتبہ اسلامیہ لاہور کے فاضل محشی نے بھی اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

اعتراض: اس حدیث کی سند ”خالد بن وہبان“ راوی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

الجواب: ابن حجر عسقلانی کا خالد بن وہبان کے اس بارے میں یہ کہنا کہ قال ابو حاتم مجہول ”ابو حاتم نے کہا کہ خالد مجہول ہے“



چند وجوہ سے مخدوش اور ناقابل اعتبار ہے۔ پہلی وجہ: یہ کہ اس قول کی سند ثابت نہیں ہے۔ نیز ابو حاتم نے بہت سے معروف راویوں کو مجہول کہہ دیا ہے۔ مثال کے طور پر حکم ابن عبد اللہ بصری کو انہوں نے مجہول کہا جب کہ اس سے چار ثقہ راویوں نے روایت لی ہے اور بعض نے خود اس کی توثیق کی ہے۔ لہذا ابو حاتم کے مجہول کہنے سے راوی کی روایت قابل قبول ہے اور ان کے ہاں مجہول سے مراد مجہول العین نہیں بلکہ مجہول الوصف ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے الرفع والتکمیل لابی الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی صفحہ ۱۰۷۔ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

دوسری وجہ: یہ کہ دومحدثین حافظ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اور محدث محمد بن حبان متوفی ۳۵۴ھ نے خالد بن وہبان کی توثیق کی ہے چنانچہ امام حکم نیشاپوری نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

خالد بن وہبان لم یُجرَّحْ فی رِوایاتِهِ وَهُوَ تَابِعِيٌّ مَعْرُوفٌ إِلَّا أَنَّ الشَّيْخِينَ لَمْ يُخَرِّجَاهُ

خالد بن وہبان معروف تابعی ہیں ان کی روایات پر جرح نہیں کی گئی لیکن بخاری و مسلم نے ان سے روایت نہیں لی۔

(مستدرک علی الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۱۱۷ کتاب العلم طبع حیدر آباد دکن)

علامہ ذہبی نے اس کے ذیل میں لکھا ہے:

خالد لم یضعف "خالد کو ضعیف نہیں کہا گیا"

(تلخیص المستدرک جلد ۱ ص ۱۱۷)

علاوہ ازیں حافظ ابن حبان نے اسے اپنی کتاب "الثقات" میں ذکر کر کے کہا ہے۔

خالد بن وہبان، ابن خالۃ ابی ذر الغفاری یروی عن ابی ذر، روی عنہ الناس

خالد بن وہبان حضرت ابو ذر غفاریؓ کا خالہ زاد تھا یہ حضرت ابو ذرؓ سے روایت کرتا

ہے اس سے لوگوں نے روایت کی ہے۔

۱۔ کتاب ثقات ابن حبان جلد ۴ صفحہ ۲۰۷ طبع حیدر آباد دکن۔

۲۔ تاریخ الکبیر للبخاری جلد ۲، القسم الاول صفحہ ۱۷۸ ترجمہ نمبر ۶۰۶ طبع حیدر آباد دکن ۱۹۶۳ء

بعض محدثین کے ہاں مجہول سے اگر راوی روایت کریں تو اس کی جہالت رفع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وعند بعض المحدثین ترتفع جهالة الحال ايضاً برواية الاثنين ولو لم يوثق بشرط عدم

تضعیف احدا یاہ ففی التعليق الحسن قال السخاوی فی فتح المغیث قال الدارقطنی  
من روی عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته وثبتت عدالته۔

اور بعض محدثین کے نزدیک روای کی جہالت حال بھی اس سے دو راویوں کے روایت  
کرنے سے رفع ہو جاتی ہے اگرچہ اس کی توثیق نہ ہو بشرطیکہ اسے کسی نے ضعیف نہ کہا  
ہو، ”التعلیق الحسن“ میں ہے کہ علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں کہا ہے کہ دارقطنی نے کہا  
جس سے دو راوی روایت کریں تو اس سے جہالت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت  
ثابت ہو جاتی ہے۔

(اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۴۰ طبع کراچی)

جب دو شخصوں کی روایت کے بعد کوئی راوی مجہول نہیں رہ سکتا تو خالد بن وہبان سے بہت سے  
اشخاص روایت کرتے ہیں تو یہ مجہول کہاں ہوا۔ ظفر احمد عثمانی کے ہاں خیر القرون کے مجہول راوی کی روایت  
قابل قبول ہے جیسا کہ اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۲۳۳ باب استیجاب بسود الشکر میں لکھتے ہیں:

والمجهول من القرون الثلاثة مقبول عندنا

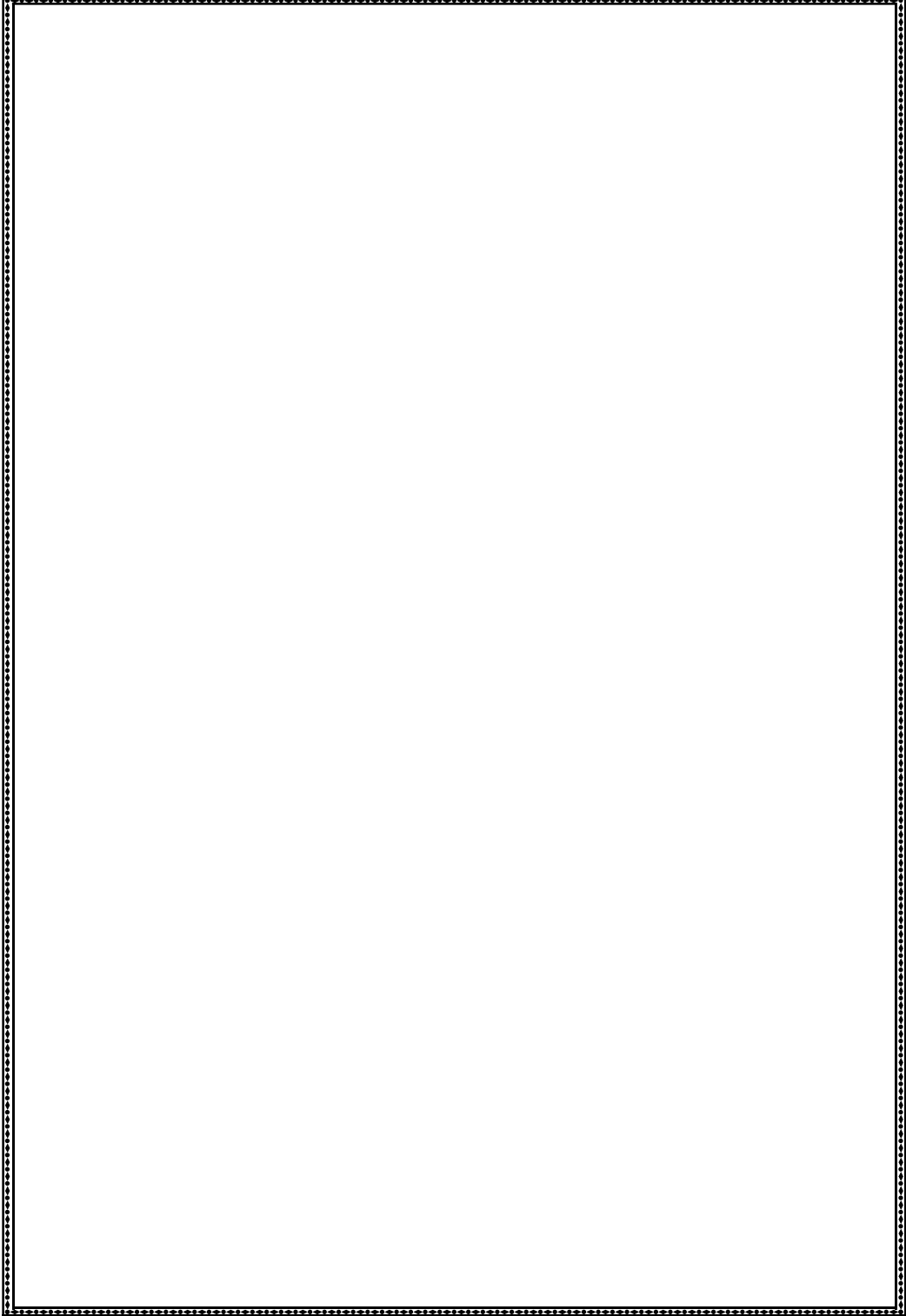
قرون ثلاثہ کے مجہول ہمارے نزدیک مقبول ہیں

یہی بات انہوں نے اپنی اسی کتاب جداول صفحہ ۳۰۹، ۳۱۸ جلد سوم صفحہ ۱۶۱، ۱۶۵ جلد ہفتم  
ص ۱۷۴ جلد ہشتم صفحہ ۳۵، ۸۷، ۲۴۵، ۲۷۰، قواعد علوم الحدیث صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹ میں تحریر کی ہے۔  
مجہول اس راوی کو کہا جاتا ہے جس سے بجز ایک راوی کے کسی دوسرے نے نہ روایت کی ہو اور  
نہ ہی کسی مستند و معتمد محدث سے اس کی توثیق ثابت ہو۔ جبکہ اہل فن میں سے جب ایک بڑے واقف کار  
اور نہایت وسیع النظر محقق کی توثیق ثابت ہو جائے تو اس کے بعد وہ راوی مجہول نہیں رہتا۔ مگر یہاں تو حاکم  
نیشاپوری، ذہبی اور حافظ محمد ابن حبان تیسری تینوں نے خالد بن وہبان کی توثیق کر دی ہے مزید یہ کہ اس سے  
لوگ روایت بھی کرتے ہیں تو اس قاعدہ کی رو سے وہ مجہول کہاں ہوا۔ محض ابو حاتم کے بلا سند قول کی بنا پر  
مجہول کہہ دینا انصاف و دیانت کے بالکل خلاف ہے لہذا تصریحات بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا  
کہ از روئے اصول حدیث خالد بن وہبان قابل اعتماد ہے۔ اس سے مروی حدیث صحیح ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آفتاب حسین جوادی

جامعۃ الکواثر - اسلام آباد







حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام

کا

خطبہ فدک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام خدائے رحمن و رحیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ثنائے کامل ہے اللہ کے لیے ان  
نعمتوں پر جو اس نے عطا فرمائیں۔

اور اس کا شکر ہے اس سمجھ پر جو اس  
نے (اچھائی اور برائی کی تمیز کے لیے)  
عنایت کی ہے۔ (۱)

اور اس کی ثنا و توصیف ہے ان نعمتوں پر  
جو اس نے بیشک عطا کی ہیں۔ (۲)

الْحَمْدُ لِلَّهِ

عَلَى مَا أَنْعَمَ،

وَلَهُ الشُّكْرُ

عَلَى مَا أَلْهِمَ،

وَالشَّانُءُ بِمَا قَدَّمَ مِنْ

عُمُومٍ نِعَمٍ ابْتَدَأَهَا،

۱۔ علی ما الهم: الہام انسان کے نفس کے اندر ایک ایسی طاقت کا نام ہے جس کے ذریعے وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس طاقت کو حجت باطنی کہتے ہیں نیز اسے عقل اور وجدان بھی کہا جاتا ہے۔ کبھی ہم اسے ضمیر کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ انسانی ضمیر میں اللہ تعالیٰ نے خیر و شر، پاکیزگی و پلیدی، فسق و فجور اور تقویٰ کا ادراک اور فہم دویعت فرمادی ہے۔ اسی لئے یہ نفس اچھائی کی طرف بلانے والے اور برائی سے روکنے والے کی آواز پہچان لیتا ہے اور اسے پذیرائی ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۖ قَالَ لَمْ أُهْمَ  
فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۖ (ش ۷۷-۸)

۲۔ وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ سوال کے بغیر از خود عنایت فرماتا ہے۔ دعائے رجیہ میں آیا ہے:

یا من يعطيه من لم يسئله ومن لم  
يعرفه

اے وہ ذات جو اسے بھی عنایت فرماتا  
ہے جس نے نہ سوال کیا، نہ اس نے  
پہچان لیا۔

وَسُبُّوْغِ الْاٰلِیِّ اَسَدًاہَا،  
وَتَمَامِ مِثْلِیْنَ وَالْاَہَا،  
جَمْعَ عَنِ الْاِحْصَاءِ عَدَدُہَا،  
وَنَائِیَ عَنِ الْجَزَائِ  
اَمَدُہَا،  
وَتَفَاوَتْ عَنِ الْاِدْرَاكِ اَبَدُہَا،

ان ہمہ گیر نعمتوں پر جن کے عطا کر  
نے میں اس نے پہل کی۔ (۳)  
اور ان نعمتوں کی فراہمی میں توازن کے  
ساتھ فراوانی فرمائی۔  
اور یہ نعمتیں دائرہ شمار سے وسیع تر  
ہیں (۴)  
اور ان کے ادائے شکر کی حدود تک  
رسائی بہت بعید ہے (۵)  
اور (انسان) ان کی بے پایانی کا  
ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ (۶)

## تشریح کلمات

سبوغ: فراوان۔

جم: زیاد۔

نأی: دور۔

ندب: پکارا۔ دعوت دی۔

۳۔ وہ نعمتیں جو تمام انسانوں کیلئے یکساں طور پر عنایت فرماتا ہے۔

۴۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ

کر سکو گے۔

(سورہ آیت)

۵۔ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ہے تو ان نعمتوں کا حق ادا کرنا یقیناً ممکن نہیں ہے۔ یعنی کسی محدود عمل سے لامحدود نعمتوں کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔

۶۔ بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جن کی گہرائی اور ان کی انتہائی حدود انسان کے احاطہ ادراک میں نہیں آ سکتیں۔ بہت سی نعمتوں سے آج کا انسان آشنا ہے مگر کل کے انسان آشنا نہ تھے۔ اسی طرح انسانی ادراکات کا سلسلہ جاری رہے گا مگر ان نعمتوں کی آخری حدود تک پہنچنا ممکن نہیں۔



وَنَدَّ بِهِمْ لِاسْتِزَادَتِهَا بِالشُّكْرِ

لِاتِّصَالِهَا

وَأَسْتَحَمَدَ إِلَى الْخَلَائِقِ بِاجْزَائِهَا

وَتَنَّى بِالنَّدْبِ إِلَى أَمْثَالِهَا.

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ

لَا شَرِيكَ لَهُ،

كَلِمَةً جَعَلَ الْإِخْلَاصَ تَأْوِيلَهَا،

نعمتوں میں اضافہ اور تسلسل کیلئے لوگوں

کو شکر کرنے کی ہدایت کی۔ (۷)

حمد کا حکم اس لئے دیا کہ نعمتوں میں

فراوانی ہو ایسی نعمتوں کی طرف مکرر

دعوت دی (جو خود بندوں کے لیے مفید

ہیں)۔ (۸)

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی

شریک نہیں۔

(کلمہ شہادت) ایک ایسا کلمہ ہے کہ

اخلاص (درعمل) کو اس کا نتیجہ قرار دیا

ہے۔ (۹)

تشریح کلمات

اجزال - فراوانی۔

تنی، التنی □ د: - مکرر۔

۷۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

لئن شكرتم لازيدنكم (۱)

اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا

نعمتوں پر شکر کرنا اعلا قدروں کا مالک ہونے کی دلیل ہے ایسے لوگ ہی نعمتوں کی قدر دانی کرتے ہیں۔ امام

جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

شكر النعمة اجتناب المحارم و حرام چیزوں سے اجتناب ہی نعمت کا شکر

تمام الشكر قول الرجل: الحمد ہے اور شکر اس وقت پورا ہو جاتا ہے جب

للہ رب العالمین (ابراہیم ۷) بندہ یہ کہہ دے: الحمد للہ رب العالمین۔

۸۔ یعنی نیک اعمال کی دعوت دی تاکہ اس قسم کی نعمتیں آخرت میں بھی میسر آئیں۔

۹۔ یعنی: ایک خدا پر ایمان کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دوسرے خود ساختہ خداؤں سے بے نیاز ہو کر صرف

وَمَنْعَنَ الْقُلُوبَ مَوْصُولَهَا، کلمہ توحید کے ادراک کو دلوں میں

جاگزين فرمایا۔ (۱۰)

وَأَنَارَ فِي الشَّمَكِ مَعْقُولَهَا، اور اس کے ادراک کے ذریعے

ذہنوں کو روشنی بخشی۔

الْمُمْتَنِعُ مِنَ الْإِبْصَارِ رُؤْيَاهُ، نہ وہ نگاہوں کی (محدودیت) میں آ سکتا

ہے۔ (۱۱)

→ اس قادر لایزال کے ساتھ وابستہ ہو۔ توحید عقیدتی کا لازمی نتیجہ توحید عملی ہے اور عمل میں توحید پرست ہونے یعنی صرف اور خالصۃً اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی صورت میں مؤحد جبرائیل جیسے مقتدر فرشتہ کو بھی اعتنا میں نہیں لاتا۔ چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے کہ آتش نمرود میں جاتے وقت جبرائیل نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا تھا کوئی حاجت ہے؟ تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا:

اما الیک فلا آپ سے نہیں۔

۱۰۔ ماہرین نفسیات کی تحقیق میں یہ بات سامنے آگئی ہے:

”معرفت الہی فطری ہے اس سے پہلے وہ ذوق جمالیات، انسان دوستی اور علم دوستی ہی کو فطری تصور کرتے تھے۔“

اب معلوم ہوا ہے کہ خدا پرستی ہر انسان کی فطرت اور جبلت میں موجود ہے، البتہ خدا پرستی کے خلاف منفی اثرات کی وجہ سے بہت سے لوگوں میں فطرت کے یہ تقاضے ابھر کر سامنے نہیں آتے، چنانچہ انسان دوستی ایک فطری امر ہونے کے باوجود بعض لوگوں پر منفی اثرات مترتب ہونے کی وجہ سے انسان دوستی کی جگہ وہ انسان دشمنی پر اتر آتے ہیں۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ حاسہ بصر کی محدودیت میں نہیں آ سکتا بلکہ رؤیت خدا کا تصور ہی شان الہی میں گستاخی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ علانیہ دکھانے کے مطالبے پر قوم موسیٰ پر عذاب نازل ہوا جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں اس طرح آیا ہے:

فَقَالُوا ارْأِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمْ الصَّاعِقَةُ بظلمهم (نساء/۱۵۳)

انہوں نے کہا: ہمیں علانیہ طور پر اللہ دکھا دو

ان کی اسی زیادتی کی وجہ سے انہیں بجلی

نے آلیا۔

وَمِنَ الْأَلْسِنِ  
صَفْتُهُ،  
وَمِنَ الْأَوْهَامِ كَيْفِيَّتُهُ۔  
إِبْتَدَعَ الْأَشْيَاءَ لَا مِنْ شَيْءٍ  
كَانَ قَبْلَهَا،  
وَأَنْشَأَهَا بِلَا احْتِذَاءٍ امْتِثَالًا،  
كَوْنَهَا بِقُدْرَتِهِ وَذَرَعَهَا بِمَشِيئَتِهِ،  
مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَى تَكْوِينِهَا،  
در نہ ہی زبان سے اس کا وصف بیان  
وسکتا ہے۔  
در وہم و خیال اس کی کیفیت کو سمجھنے  
سے قاصر ہے۔  
ر چیز کو لاشیٰ سے وجود میں لایا (۱۲)  
در کسی نمونے کے بغیر ان کو ایجاد کیا۔  
در اپنے ارادے سے ان کی تخلیق  
ر مائی۔ (۱۳)  
ن کی ایجاد کی اسے ضرورت تھی۔

### تشریح کلمات

الاحتذاء: پیروی کرنا۔

ذراعاً: خلق کرنا۔

۱۲۔ عدم سے وجود دینے کو خلق ابداعی کہتے ہیں اس معنی میں صرف اللہ تعالیٰ خالق ہے جبکہ اجزائے موجودہ کو ترکیب دینے کو بھی تخلیق کہا جاتا ہے، اس سے غیر اللہ بھی متصف ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ہے:

وَإِذْ خَلَقَ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

اور میرے حکم سے مٹی کا پتلا پرندے کی

شکل کا بناتا۔

باذنی۔ (سورہ مائدہ/۱۱۰)

۱۳۔ ان اشیاء کی ایجاد و تخلیق پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ صرف ہوا ہے۔ حتیٰ کہ کاف و نون بھی خرچ نہیں ہوا بلکہ کن فیکون انسان کے فہم کے لیے صرف ایک تعبیر ہے۔

چنانچہ روایت میں آیا ہے:

فَارَادَةَ اللَّهِ الْفَعْلَ لَا غَيْرَ ذَلِكَ

ارادۃ خدا فعل خدا ہے جب وہ کن کہتا ہے

يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ بِلَا لَفْظٍ وَلَا

وہ بغیر کسی لفظ اور زبانی نطق سے ہوتا

ہے۔“

نطق بلسان (اکافی/۱۰۹)

وَلَا فَائِذَةً لَهُ فِي تَصْوِيرِهَا،

إِلَّا تَثْبِيثًا لِحُكْمَتِهِ

وَتَنْبِيْهَا عَلَى طَاعَتِهِ،

وَإِظْهَارًا لِقُدْرَتِهِ

وَتَعَبُّدًا لِبَرِيَّتِهِ

وَأَعْزَازًا لِدَعْوَتِهِ،

ثُمَّ جَعَلَ الثَّوَابَ عَلَى طَاعَتِهِ

وَوَضَعَ الْعِقَابَ عَلَى مَعْصِيَّتِهِ

ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ عَنْ نِقْمَتِهِ

وَحَيَاشَةً لَهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ۔

نہ ان کی صورت گری میں اس کا کوئی  
مفاد تھا (۱۴)

وہ صرف اپنی حکمت کو آشکار کرنا چاہتا تھا  
اور طاعت و بندگی کی طرف توجہ دلانا  
چاہتا تھا

اور اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا  
اور مخلوق کو اپنی بندگی کے دائرے میں لانا  
چاہتا تھا

اور اپنی دعوت کو استحکام دینا چاہتا تھا  
پھر اس نے اپنی اطاعت کو باعث ثواب  
اور معصیت کو موجب عذاب قرار دیا  
تاکہ اس کے بندے اس کی غضب  
سے بچے رہیں۔

اور اس کی جنت کی طرف گامزن رہیں (۱۵)

تشریح کلمات

ذیادۃ: ذود □ سے رفع کرنا، دور کرنا۔

حیاشۃ: چلانا، گامزن کرنا۔

۱۴۔ اشیاء اپنی وجود اور اپنے بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اللہ تعالیٰ ان اشیاء کا محتاج نہیں ہے مگر ان اشیاء کو  
وجود دے کر اللہ اپنی کسی ضرورت کو پورا نہیں کر رہا، بلکہ ان مخلوقات کی خلقت کی غرض و غایت خود مخلوقات  
کی ارتقا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بندگی انسانیت کیلئے معراج ہے کیونکہ بندگی کمال کے  
ادراک کا نتیجہ ہے اور کمال کا ادراک خود اپنی جگہ ایک کمال ہے لہذا اطاعت و بندگی انسان کے لئے ارتقاء  
ہے۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نعمت وجود کے ساتھ بے شمار نعمتیں عنایت فرمائیں ہیں ہماری طرف سے اللہ کی

وَأَشْهَدُ أَنَّ إِيَّايَ مُحَمَّدًا

عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ،

اخْتَارَهُ وَاسْتَجَبَهُ قَبْلَ أَنْ أُرْسَلَهُ،

وَسَمَّاهُ قَبْلَ أَنْ اجْتَبَيْتَهُ،

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے پدر  
محمد اللہ کا عبد اور اس کے رسول ہیں،  
اللہ نے ان کو رسول بنانے سے پہلے  
انہیں برگزیدہ کیا تھا  
اور ان کی تخلیق سے پہلے ہی ان کا نام  
روشن کیا۔ (۱۶)

### تشریح کلمات

انتخبہ: برگزیدہ کیا

اجتبیلہ: اس کو خلق کیا

⇒ اطاعت سے تو ان نعمتوں کا بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ اطاعت پر ثواب بھی مرحمت فرماتا ہے اور اپنی جنت کی دائمی زندگی عنایت فرماتا ہے۔ یعنی دنیا کی چند روزہ اطاعت کے عوض ابدی ثواب عنایت فرماتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں: اطاعت کے ایک لمحے کے مقابلے میں جنت میں ابدی زندگی عنایت فرماتا ہے۔

۱۶۔ چنانچہ تغیر و تحریف کے باوجود آج بھی توریت و انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں تصریحات موجود ہیں۔

توریت استثنا ۱۸۔۵۱ میں مذکور ہے:

”خداوند! تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں  
سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھر یو۔“  
انجیل یوحنا میں آیا ہے:

”اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار ”فارقلیط“ بخشے گا جو  
ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”فارقلیط“ یونانی لفظ ہے اس کا تلفظ PARACLETE ہے اس سے مراد ہے عزت یا مدد دینے والا اس کا دوسرا  
تلفظ ”فیرقلیط“ ہے اور یونانی تلفظ PERICLITE ہے جس سے مراد عزت دینے والا بلند مرتبہ اور بزرگوار ہے جو  
محمد اور محمود کے قریب المعنی ہے۔



وَأَمْطَفَاهُ قَبْلَ أَنْ ابْتَعَثَهُ ،  
 إِذِ الْخَلَائِقُ بِالْغَيْبِ مَكْنُونَةٌ  
 وَبِئْسَ الْاَوَّلُ مَصُونَةٌ  
 وَبِئْسَ آيَةُ الْعَدَمِ مَقْرُونَةٌ ،  
 عِلْمًا مِنَ اللَّهِ تَعَالَى  
 بِمَا تِلِ الْأُمُورِ  
 وَاحْاطَةً بِحَوَادِثِ الدَّهُورِ  
 وَمَعْرِفَةً  
 بِمَوَاقِعِ الْمَقْدُورِ۔

اور مبعوث کرنے سے پہلے انہیں منتخب کیا  
 جب مخلوقات ابھی پردہ غیب میں  
 پوشیدہ تھیں  
 وحشت ناک تاریکی میں گم تھیں  
 اور عدم کے آخری حدود میں دہکی ہوئی  
 تھیں۔  
 اللہ کو (اس وقت بھی) آنے والے  
 امور پر آگاہی تھی  
 اور آئندہ رونما ہونے والے ہر واقعہ  
 پر احاطہ تھا۔  
 اور تمام مقدرات کی جائے وقوع کی  
 شناخت تھی۔ (۱۷)

تشریح کلمات

مکنون: پوشیدہ۔

ماہل الامور: انجام پانے والے امور۔

۱۷۔ اللہ کا علم معلوم کے وجود پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ معلومات کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان پر احاطہ علم رکھتا تھا۔ کیونکہ اللہ کے لئے بعد قبل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے زمانہ حائل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا علم زمانی نہیں ہے۔ اس کے علم کے لئے ماضی اور مستقبل یکساں ہے۔

چنانچہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

عالم اذلا معلوم و رب اذلا  
 مربوب وقادر اذلا مقدور  
 وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کوئی معلوم  
 موجود نہ تھا اور اس وقت بھی رب تھا جب  
 کوئی مربوب نہ تھا، اور اس وقت بھی قادر  
 تھا جب کوئی مقدور نہ تھا۔

(نَجِّ البلاء ۹/۱۳۷)

اِبْتَعَثَهُ اللّٰهُ اِتْمَامًا لِأَمْرِهِ  
وَعَزِيْمَةً عَلَى اِمْضَاءِ حُكْمِهِ  
وَإِنْفَاذًا لِمَقَادِيْرِ حُكْمِهِ ،  
فَرَأَى الْأَمَمَ  
فِرْقَانِي أَدْيَانِهَا ،  
مُكْفَأً عَلَى نِيَرَانِهَا ،  
عَابِدَةً لِأَوْثَانِهَا ،  
مُنْكَرَةً لِلّٰهِ مَعَ عِرْفَانِهَا ،

اللہ نے رسول کو اپنے امور کی تکمیل اور  
اپنے دستور کے قطعی ارادے اور حتمی  
مقدرات کو عملی شکل دینے کے لیے  
مبعوث فرمایا۔ (۱۸)

رسول خدا نے اس وقت اقوام عالم کو  
اس حال میں پایا کہ وہ دینی اعتبار  
سے فرقوں میں بٹی ہوئی ہیں  
کچھ اپنے آتشکدوں میں منہک  
اور کچھ بتوں کی پوجا پاٹ میں مصروف  
معرفت کے باوجود اللہ کی منکر تھیں (۱۹)

### تشریح کلمات

عکفا: منہک، ملتزم

اوٹان: وثن کی جمع۔ بت

۱۸۔ حضرت رسالہ اب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے امور الہی کی تکمیل ہوئی، احکام خداوندی کا نفاذ ہوا اور مقدرات حتمی کو عملی شکل مل گئی۔ اس کا یہ واضح مطلب ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر تکمیل امر الہی ہیں وہ مظہر ارادۂ خداوندی ہے انہیں کے ذریعہ مقدرات الہی مرحلہ علم سے مرحلہ وجود میں آتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

لَوْلَا كَلِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكُ  
(بحار الانوار ۲۷/۱۵)  
اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان  
کو بھی خلق نہ کرتا۔

۱۹۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ اسی مطلب کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

واهل الارض يومئذ ملل متفرقة  
واهواء منتشرة وطرائق متشتته  
بين مشبهه لله بخلقها او ملحد في  
اس وقت کرۂ ارض کے باشندے متفرق  
قوموں میں بٹے ہوئے تھے منتشر خیالات  
اور مختلف راہوں میں سرگرداں تھے کچھ اللہ  
کو مخلوق کے مانند سمجھتے تھے کچھ ملحد و منکر  
تھے اور کچھ غیر اللہ کی طرف رجوع

فَإِنَّا نَرَىٰ اللَّهَ بِأَبْنَىٰ مُحْكَمٍ ظَلَمَهَا  
وَكَشَفَتْ عَيْنَ الْقُلُوبِ بِهِمَهَا  
وَجَلَّىٰ عَيْنَ الْأَبْصَارِ غُصَمَهَا،  
وَقَامَ فِي النَّاسِ بِالْهُدَايَةِ  
فَانْقَذَهُمُ مِنَ الْغَوَايَةِ  
وَبَصَّرَهُمُ مِنَ الْعُمَايَةِ،  
وَهَدَاهُمُ إِلَى الدِّينِ الْقَوِيمِ  
وَدَعَاهُمُ إِلَى الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ  
ثُمَّ قَبَضَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ  
قَبْضَ رَافِقَةٍ وَاخْتِيَارَ  
وَرَعْبَةً وَإِثْلًا،

پس اللہ تعالیٰ نے میرے والد گرامی  
محمدؐ کے ذریعے اندھیروں کو اجالا کر دیا  
اور دلوں سے ابہام کو  
اور آنکھوں سے تیرگی کو دور کر دیا  
(میرے والد نے) لوگوں کو ہدایت کا  
راستہ دکھایا  
اور انہیں گمراہوں سے نجات دلائی۔  
آپ انہیں اندھے پن سے بینائی کی  
طرف لائے  
نیز آپ نے استوار دین کی طرف ان  
کی راہنمائی کی۔  
راہ راست کی طرف انہیں دعوت دی  
پھر اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا  
شوق و محبت اور اختیار و رغبت کے ساتھ  
نیز (آخرت کی) ترغیب و ترجیح کے  
ساتھ۔ (۱۹)

### تشریح کلمات

بُہِم: ابہام

غُم: حیرانی، راہ نہ پانا۔

→ اسمہ او مشیر الی غیرہ فہدیہم  
من الضلالة و انقذہم بمکانہ من  
الجهالة۔ (نَج البلاغہ)  
کرنے والے تھے۔ ایسے حالات میں اللہ نے  
محمدؐ کے ذریعے ان کو گمراہی سے ہدایت بخشی  
اور ان کے ذریعہ انہیں جہالت سے بچا لیا۔

۱۹۔ ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے از راہ محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وصال کو  
اختیار فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ  
میں جانے کو اختیار فرمایا ہو، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عزرائیل کسی کی روح قبض کرنے کے لئے اجازت →

اب محمدؐ دنیا کی تکلیفوں سے آزاد ہیں۔  
مقرب فرشتے ان کے گرد حلقہ بگوش  
ہیں۔

آپ ربؐ غفار کی خوشنودی  
اور خدائے جبار کے سایہ رحمت میں  
آسودہ ہیں۔

اللہ کی رحمت ہو اس کے نبی امین پر  
جو ساری مخلوقات سے منتخب و پسندیدہ  
ہیں۔

اور اللہ کا سلام اور اس کی رحمت اور  
برکتیں ہوں آپ پر۔  
پھر اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوئیں اور  
فرمایا:

اللہ کے بندو! تم ہی تو اللہ کے امر و نہی  
کے علمدار ہو،

اللہ کے دین اور اس کی وحی (کے  
احکام) کے ذمے دار ہو۔

تم اپنے نفسوں پر اللہ کے امین ہو،  
دیگر اقوام کے لئے (اس کے دین  
کے) بھی مبلغ تم ہو۔ (۲۰)

فَمَحَمَّدٌ مِّن تَعَبِ هَذِهِ الدَّارِ فِي رَاحَةٍ

قَدْ حُفَّتْ بِالمَلَايِكَةِ الْاَبْرَارِ

وَرِضْوَانِ الرَّبِّ الْغَفَّارِ

وَمَجَاوِرَةِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّهِ وَاَمِيْنِهِ

وَخَيْرَتِهِ مِنَ الْخَلْقِ وَصَفِيَّتِهِ

وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

ثُمَّ التَّفَتَّتْ اِلَى اَهْلِ الْمَجْلِسِ وَقَالَتْ:

اَنْتُمْ عِبَادُ اللّٰهِ مُصَبُّ اَمْرِهِ وَنَهْيِهِ

وَحَمَلَةُ دِيْنِهِ وَوَحْيِهِ ،

وَاُمْنَاءُ اللّٰهِ عَلَى اَنْفُسِكُمْ

وَبُلْعَاؤُهُ اِلَى الْاُمَمِ ،

⇒ نہیں مانگتے لیکن صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے موقع پر آپ سے اجازت طلب کی  
اور حضورؐ کی اجازت سے قبض روح عمل میں آیا۔

۲۰۔ احکام خداوندی اور وحی الہی کے پہلے مخاطبین وہ لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ  
راست احکام سنتے تھے۔ ان پر یہ فرض بھی عائد ہوتا تھا کہ وہ ان احکام کو پوری دیانتداری سے حفظ کر کے

دوسرے

زَعِيْمُ حَقِّ لَهٗ فِيْكُمْ  
اس کی طرف سے برحق رہنما تمہارے  
درمیان موجود ہے۔ (۲۱)  
وَعَهْدُ قَدَمِهٖ اِلَيْكُمْ  
اور تم سے عہد و پیمان بھی پہلے سے لیا  
جا چکا ہے۔ (۲۲)

⇒ لوگوں تک امانتداری سے پہنچا دیں۔ چنانچہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

فلیبلغ الشاهد الغائب  
حاضر لوگ غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔

البتہ ان احکام کو حفظ کرنے اور امانتداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچانے میں سب لوگ یکساں نہ تھے۔ کچھ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے تو تھے لیکن کچھ سمجھنے کے اہل نہ تھے چنانچہ قرآن حکیم اس کی یوں گواہی دیتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ - حَتّٰى  
اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو  
اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا  
آپؐ (کی باتوں) کو سنتے ہیں لیکن جب  
لِلَّذِيْنَ اَوْثَرُوْا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اَنْفَا -  
آپؐ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو جنہیں  
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى  
علم دیا گیا ہے ان سے پوچھتے ہیں کہ اس  
قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاٰى هُمْ (سورہ)  
(نبی) نے ابھی کیا کہا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن  
کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ  
اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔  
(محمد آیت ۱۶)

اسی طرح فرمودات رسولؐ کو پوری امانت کے ساتھ دوسروں تک پہنچانے کے فریضے پر بھی لوگ یکساں طور پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ یہاں مزید بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ تاریخی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔  
۲۱۔ زعیم حق سے مراد حضرت علیؑ کی ذات ہو سکتی ہے۔ لہٰذا کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتی ہے یعنی اللہ کی طرف سے وہ ذات بھی تمہارے درمیان موجود ہے جس کی زعامت اور قیادت بنی برحق ہے۔

۲۲۔ اس عہد سے مراد وہ عہد ہو سکتا ہے جو غدیر خم کے موقع پر لوگوں سے لیا گیا۔ چنانچہ غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان من کنت مولاه فهذا علی مولاه بہت سے جلیل القدر اصحاب رسولؐ اور تابعینؓ کی متواتر روایت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ ظاہر ہے ایک لاکھ کے مجمع نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی تھی تو حضرت زہراؑ کے زمانے میں یقیناً ایسے لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے جنہوں نے رسول اللہؐ سے

یہ حدیث سنی تھی۔

وَبَقِيَّةُ اسْتِخْلَافِهَا عَلَيْكُمْ  
وَمَعَنَا كِتَابُ اللَّهِ  
كِتَابُ اللَّهِ السَّاطِقُ ،  
وَالْقُرْآنُ الْمَتَادِقُ ،  
وَالنُّورُ السَّاطِعُ ،  
وَالضِّيَاءُ اللَّامِعُ ،  
بَيِّنَةٌ بَصَائِرُهُ ،  
مُنْكَشِفَةٌ سَرَائِرُهُ ،  
مُتَجَلِّيةٌ ظَوَائِرُهُ ،  
مُغْتَبِطٌ بِهِ أَشْيَاعُهُ ،

آپ نے ایک (گرا نبھا) ذخیرے کو  
تمہارے درمیان جانشین بنایا (۲۳)  
اور اللہ کی کتاب بھی ہمارے درمیان  
موجود ہے۔  
یہ اللہ کی ناطق کتاب  
سچا قرآن ،  
چمکتا نور ،  
اور روشن چراغ ہے  
اس کے دروس عبرت واضح  
اور اس کے اسرار و رموز آشکار  
اور اس کے ظاہری معانی روشن ہیں۔  
اس کے پیروکار قابل رشک ہیں (۲۴)

۲۳۔ یہ ایک متواتر حدیث ثقلین کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: [انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی ما ان تمسکتکم بہما لن تضلوا بعدی] یہ حدیث بھی متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ برصغیر کے محقق علی الاطلاق علامہ میر حامد حسین لکھنویؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب دو ضخیم جلدوں میں ”عقبقات الانوار“ کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔

۲۴۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مروی ہے:

والفضيلة الكبرى و السعادة العظمى  
من استضاء به نوره الله ومن عقد به امره  
عصمه الله ومن تمسك به انقذه الله  
(بخار الانوار ۸۹/۳۱)

قرآن سب سے بڑی فضیلت اور سب  
سے بڑی سعادت ہے جو اس کے ذریعے  
روشنی طلب کرے اللہ اسے منور کر دیتا ہے  
اور جو اپنے معاملہ کو قرآن سے وابستہ  
کرے اللہ اسے محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اس  
سے متمسک ہوا اللہ اسے نجات دیتا ہے۔

قَائِدٌ إِلَى الرِّضْوَانِ اِتِّبَاعُهُ،  
مُؤَدِّ إِلَى النَّجَاةِ اسْتِمَاعُهُ،  
بِهِنَّ تَنَالُ حُجَجُ اللَّهِ الْمُتَوَرِّدَةُ

اس کی پیروی رضوان کی طرف لے  
جاتی ہے۔ (۲۵)  
اسے سننا بھی ذریعہ نجات ہے۔ (۲۶)  
اس قرآن کے ذریعے اللہ کی روشن  
دلیلوں کو پایا جاسکتا ہے۔ (۲۷)

۲۵۔ قرآن مجید کا اتباع مؤمن کو مقام رضوان پر فائز کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ سورہ توبہ آیت ۷۲ میں جنت کے اعلیٰ ترین درجہ یعنی جنت عدن کے ذکر کے بعد یوں فرمایا گیا ہے:

ورضوان من الله اكبر  
ذلك هو الفوز  
العظيم

اور اللہ کی طرف سے خوشنودی ان سب  
سے بڑھ کر ہے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت کے اعلیٰ ترین درجہ یعنی جنت عدن سے بھی بڑھ کر ہے۔ ممکن ہے ”اکبر“ سے مراد اکبر من کل شئی ہو یعنی جنت کی تمام نعمتیں خواہ کتنی عظیم کیوں نہ ہوں رضائے رب کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور ممکن ہے اکبر من ان یوصف ہو یعنی اللہ کی خوشنودی کی نعمت توصیف و بیان کی حد سے بڑھ کر ہے۔ مؤمن جب جنت میں رب رحیم کے جوار میں اس کی خوشنودی کی پرسکون اور کیف و سرور کی فضا میں قدم رکھے گا تو اس کے لئے ایک لمحہ بھی وصف و بیان سے بڑھ کر ہوگا۔

۲۶۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب تمام اعمال میں سب سے زیادہ ہے۔ پیغمبر اسلامؐ سے حدیث ہے: احب الاعمال الى الله الحال المرتحل حضرت امام زین العابدینؑ سے جب پوچھا گیا تو یہی فرمایا کہ بہترین عمل الحال المرتحل (العدة ص ۲۹۹) ہے یعنی قرآن کی تلاوت شروع کر کے ختم کرنا۔ اسی طرح قرآن کی تلاوت کا سننا بھی کار

ثواب ہے۔ بلکہ جب تلاوت قرآن کی آواز آ رہی ہو تو اسے توجہ سے سننا بھی موجب ثواب ہے۔

واذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتوا  
لعلکم ترحمون (سورہ اعراف آیت  
۲۰۴)

۲۷۔ اللہ تعالیٰ کی روشن دلیلیں جس کے پاس ہوں وہ یقیناً کامیاب و کامران ہے۔ چنانچہ جب قل للہ الحجة البالغة کا مطلب حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر ایک بندہ سے سوال فرمائے گا کہ تو دنیا میں عالم تھا یا جاہل؟ اگر جواب دے کہ میں عالم تھا تو فرمائے گا: پھر تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور اگر کہے جاہل تھا تو فرمائے گا کہ تم نے علم حاصل کیوں نہیں کیا تاکہ تم اس ﴿

|                                             |                                     |
|---------------------------------------------|-------------------------------------|
| وَعَزَّائِمُهُ الْمُفْسَّرَةُ               | بیان شدہ واجبات کو، (۲۸)            |
| وَمَحَارِمُهُ الْمُحَدَّرَةُ                | منع شدہ محرمات کو،                  |
| وَبَيِّنَاتُهُ الْجَالِيَّةُ                | روشن دلائل کو،                      |
| وَبَرَاهِينُهُ الْكَافِيَّةُ                | اطمینان بخش براہین کو،              |
| وَفَضَائِلُهُ الْمُنْدُوبَةُ                | مستحبات پر مشتمل فضائل کو، (۲۹)     |
| وَرُحَصُهُ الْمَوْهُوبَةُ                   | جائز مباحات کو،                     |
| وَشَرَائِعُهُ الْمَكْتُوبَةُ                | اور اس کے واجب دستور کو پایا جاسکتا |
| فَجَعَلَ اللَّهُ الْإِيمَانَ                | ہے۔                                 |
| تَطْهِيراً لَكُمْ مِنَ الشِّرْكِ            | اللہ نے ایمان کو شرک سے تمہیں پاک   |
| وَالصَّلَاةَ تَزِيناً لَكُمْ عَنِ الْكِبَرِ | کرنے کا، (۳۰)                       |
|                                             | نماز کو تمہیں تکبر سے محفوظ رکھنے   |
|                                             | کا، (۳۱)                            |

﴿ پر عمل کرتا؟ یہی حجت بالغہ ہے جو اللہ اپنے بندے پر قائم فرماتا ہے۔ اگر انسان قرآنی تعلیمات حاصل کر کے اس پر عمل کرے تو اس صورت میں حجت اور دلیل اس کے پاس ہوتی ہے۔ (امالی شیخ طوسی صفحہ ۹) ۲۸۔ (عزائم) فرائض اور واجبات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ”رخص“ آتا ہے جو مباحات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں رخص بھی ہیں اور عزائم بھی واجبات کا ذکر ہے اور مباحات



کا بھی۔ مثلاً

وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً جو حلال و پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دی ہے اسے کھاؤ۔ (۸۸:۵)

۲۹۔ اس جملے کا دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ”اس کی طرف سے دعوت شدہ فضائل کو“ ممکن ہے مندوب کا مطلب مستحبات ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مندوب لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہو یعنی ”دعوت شدہ“

۳۰۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ غیر اللہ پر تکیہ کرنا سراسر ایمان کے منافی ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان اور غیر اللہ پر بھی جن سے شرک لازم آتا ہو یہ دونوں ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جہاں ایمان باللہ کمزور ہو جاتا ہے تو وہاں غیر اللہ پر بھروسہ کے لئے گنجائش نکل آتی ہے۔ لیکن جب ایمان پختہ ہو تو ایسی آلودگیوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

۳۱۔ نماز اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا عملی اعتراف ہے۔ جب بندہ خدا کی کبریائی کا معترف ہو جائے تو اپنی کبریائی



وَالزَّكَاةَ تَرْكِيَةً لِلنَّفْسِ وَنَمَاءً فِي الرِّزْقِ ، زکوۃ کو نفس کی پاکیزگی اور رزق میں اضافے کا، (۳۲)

وَالصِّيَامَ تَشْيِيتًا لِلْإِخْلَاصِ ، روزہ کو اخلاص کے اثبات کا، (۳۳)

وَالْحَجَّ تَشْيِيدًا لِلدِّينِ ، حج کو دین کی تقویت کا،

وَالْعَدْلَ تَنْشِيقًا لِلْقُلُوبِ ، عدل و انصاف کو دلوں کو جوڑنے کا،

⇒ کا تصور نہیں کر سکتا لہذا نمازی تکبر کی بیماری میں مبتلا نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

ولنا فی ذلک من تعفیر عتاق الوجوہ بالتراب تواضعاً  
والتصاق کرائم الجوارح بالارض تصافراً  
اور ہمارے خوبصورت چہروں کو خاک پر رکھنے میں تواضع ہے اور اہم اعضاء کو زمین پر رکھنے میں فروتنی ہے۔

(نہج البلاغہ)

۳۲۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ  
تَزَكِّيَهُمْ  
اے رسول آپ ان کے اموال میں سے  
صدقہ لیجئے اس کے ذریعہ آپ ان کو  
پاکیزہ اور بابرکت بنائیں۔  
(سورۃ توبہ آیت ۱۰۳)

یعنی زکوٰۃ وصول کر کے ان کو بخل، طمع، بے رحمی اور دولت پرستی جیسے برے اوصاف سے پاک کریں۔  
وتزکیۃ: یعنی سخاوت، ہمدردی اور ایثار و قربانی جیسے اوصاف کو پروان چڑھانا۔ اس طرح زکوٰۃ اوصافِ رذیلہ کی  
تطہیر اور اوصافِ حمیدہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ واضح رہے کہ زکوٰۃ ”انفاق“ ایک عنوان ہے اس کی کئی اقسام ہیں  
مثلاً فطرہ، مالی کفارہ، عشر، خمس، صدقہ واجب اور صدقہ مستحب۔ البتہ فقہی اصطلاح میں زکوٰۃ کا لفظ معینہ نصاب پر  
عائد ہونے والے مالی حقوق کے ساتھ مختص ہے۔

۳۳۔ عبادات میں روزہ اخلاص کی خصوصی علامت اس لئے ہے کہ باقی عبادات کا مظاہرہ عملاً ہوتا ہے جن میں  
ریا کاری کا امکان رہتا ہے مگر روزہ دار کے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے روزے کی حالت  
میں کچھ کھایا یا نہیں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الصوم لي وانا اجزي به  
(الوانی از فیض کاشانی ج ۲ ص ۵ طبع تہران)  
روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی  
جزا دوں گا۔  
وَطَاعَتُنَا نِظَامًا لِّلْجَلَّةِ  
وَأَمَانًا أَمَانًا لِلْفُرْقَةِ،  
وَالْجِهَادِ عِزًّا لِلْإِسْلَامِ،  
وَالصَّبْرِ مَعُونَةً عَلَى اسْتِجَابِ الْإِجْرِ،  
ہماری اطاعت کو امت کی ہم آہنگی کا، (۳۴)  
ہماری امامت کو تفرقہ سے بچانے کا، (۳۵)  
جہاد کو اسلام کی سر بلندی کا، (۳۶)  
صبر کو حصول ثواب کا،

۳۴۔ اطاعتنا: ہماری اطاعت۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کی اطاعت مراد  
ہے جیسا کہ فرمایا:

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله و  
اطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم  
اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور  
رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو  
باطل نہ کرو۔  
(سورہ محمد آیت ۳۲)

۳۵۔ اگر امت اسلامیہ ائمہ اہل بیت کی امامت پر مجتمع ہو جاتی تو اس امت میں تفرقہ وجود میں نہ آتا۔ امت

محمدیہ میں جو بھی تفرقہ وجود میں آیا ہے وہ بنی ہاشم کے ساتھ محض حسد و عداوت کی وجہ سے آیا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے کہ جب مکہ میں عبداللہ بن زبیر کی حکومت قائم ہوئی تو اس کا یہ موقف بنا کہ رسالتِ آب پر درود بھیجنے سے کچھ لوگوں کی ناک اونچی ہوتی ہے اس لئے میں درود نہیں بھیجتا اس قسم کے کئی واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت تفرقہ اور ہلاکت سے محفوظ رہنے کا سبب ہے چنانچہ اہل بیت کا اہل زمین کے لئے امان ہونے کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً فرمایا: اہل بیت سفینہ نوح کے مانند ہیں، اہل ارض کے لئے امان اور بابِ حطہ ہیں۔

(ملاحظہ ہو: صواعقِ محرقة ابن حجر مکی صفحہ ۱۷۸ طبع قاہرہ)

۳۶۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں:

i۔ جہاد برائے دعوتِ اسلام۔ ii۔ جہاد برائے دفاع۔

جہاد برائے دعوت میں امام کی اجازت شرط ہے۔ امام خاص شرائط کے تحت دعوت کے لئے جہاد کا حکم صادر فرماتے ہیں اور جہاد برائے دفاع اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب دشمن کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ اس میں اذنِ امام شرط نہیں ہے اور یہ جہاد ہر ایک پر واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام جہاد کے بارے میں فرماتے ہیں: واللہ ما صلیحت دین ولا دنیا الا بہ ”قسم بخدا دین اور دنیا کی بہبودی صرف جہاد ہی کے ذریعہ ممکن ہے“۔

وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَمُصْلَحَةِ الْعَامَّةِ ،  
وَبِزَالِ الْوَالِدَيْنِ وَقَايَةِ مِنَ السَّخَطِ ،  
وَصِلَةِ الْأَرْحَامِ مِنْمَاءً فِي الْعُمُرِ  
وَمِنْمَاءً لِلْعَدَدِ ،

امر بالمعروف کو عوام کی بھلائی کا، (۳۷)  
والدین پر احسان کو قہرِ الہی سے بچنے  
کا، (۳۸)  
صلہٗ رحمی کو درازی عمر اور افرادی کثرت  
کا، (۳۹)

تشریح کلمات

سخط: ناراض ہونا۔

منمأ: رشد اور نمو۔

۳۷۔ امر بالمعروف اور نہی از منکر اصلاحِ معاشرہ کے لئے اسلام کا ایک زرین اصول ہے جس پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں ایک متوازن سوچ کا حامل باشعور معاشرہ وجود میں آتا ہے، جس میں کسی ظالم کو ظلم کرنے اور کسی

استحصالی کو استحصال کرنے کا موقع نہیں ملتا کیونکہ ایک آگاہ اور باشعور معاشرہ ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بصورت دیگر ایک تاریک اور شعور سے خالی معاشرے میں ہر قسم کی ظالم اور استحصالی قوتوں کے لیے کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ حدیث میں مروی ہے: تم اگر امر بالمعروف اور نہی از منکر کے عمل کو ترک کرو گے تو تم پر ایسے ظالم لوگ مسلط ہو جائیں گے جن سے نجات کے لئے تم دعا کرو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔

۳۸۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

من اسخط والدیہ اسخط اللہ ومن  
اغضبہما فقد اغضب اللہ  
جس نے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ  
کو ناراض کیا اور جس نے والدین کو غصہ  
(متدرک الوسائل) دلایا اس نے اللہ کو غصہ دلایا۔

۳۹۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ  
والارحام (نساء ۱۱)  
اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک  
دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں  
کے بارے میں بھی (خوف کرو)۔

اس آیت مبارکہ میں صلہ رحمی کو خوف خدا کے ذکر کے ساتھ رکھا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

وَالْقَصَاصَ حَقْنًا لِلْدِّمَاءِ ،  
وَالْوَفَاءَ بِالنَّذْرِ تَعْرِضًا لِلْمَغْفِرَةِ ،  
وَتَوْفِيَةَ الْمَكَايِيلِ وَالْمَوَازِينِ  
تَغْيِيرًا لِلْبُخْسِ ،  
وَالنَّهْيَ عَنِ شُرْبِ الْخَمْرِ  
تَنْزِيْهَاً عَنِ الرَّجْسِ ،  
قصاص کو خون کی ارزانی روکنے کا، (۴۰)  
وفا بالنذر کو مغفرت میں تاثیر کا،  
پورے ناپ تول کے حکم کو کم فروشی  
سے بچنے کا،  
شراب نوشی کی ممانعت کو آلودگی سے  
بچنے کا، (۴۱)

تشریح کلمات

حقن: محفوظ رکھنا، روکنا۔

بخس: کم دینا۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولکم فی القصاص حیاة یا اولی  
الالباب (بقرہ ۱۷۹) میں زندگی ہے۔

یعنی قانون قصاص کے ذریعے قتل کا عمل رک سکتا ہے۔ اس طرح اس قانون کے نفاذ سے تمہاری  
زندگیاں محفوظ ہو جائیں گی۔ چنانچہ اسلام کا قانون قصاص نافذ نہ ہونے کی وجہ سے بعض قبائل میں آج بھی قتل  
کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۴۱۔ شراب کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس افراد پر لعنت بھیجی ہے:

لعن رسول اللہ فی الخمر عشرة  
غارسها و حارسها و عاصرها،  
وشاربها و ساقیها و حاملها،  
والمحمول لہ و بايعها و مشتریکها  
و آکل ثمنها  
وہ دس افراد یہ ہیں: اس کی زراعت کرنے  
والا، اس کی حفاظت کرنے والا، اس کو کشید  
کرنے والا، اس کو پینے والا، اس کو پلانے  
والا، اس کو حمل و نقل کرنے والا، اس کو  
وصول کرنے والا، اس کو فروخت کرنے  
والا، اس کو خریدنے والا اور اس کی قیمت  
کھانے والا۔

جس شخص میں بھی یہ خصائل پائے جائیں وہ اس لعنت کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

وَاجْتَنَابِ الْقَذْفِ حِجَابًا عَنِ اللَّعْنَةِ  
 وَتَرْكِ السَّرَقَةِ إِيْجَابًا لِلْعِنَّةِ،  
 وَحَرَمِ اللَّهِ الشِّرْكَ إِخْلَاصًا لَهُ  
 بِالتَّوْبِيَّةِ،  
 (فَاتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ  
 إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ)  
 وَأَطِيعُوا اللَّهَ فِيمَا أَمَرَكُمْ بِهِ وَتَهَاجَرُوا  
 قَاتِلَهُ (إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ  
 الْعُلَمَاءُ  
 ثُمَّ قَالَتْ:  
 أَيُّهَا النَّاسُ اعْلَمُوا أَنِّي فَاطِمَةُ  
 وَابْنِي مُحَمَّدٌ

بہتان تراشی سے اجتناب کو نفرت سے  
 بچنے کا، (۴۲)  
 چوری سے پرہیز کو شرافت قائم رکھنے  
 کا،  
 اور شرک کی ممانعت کو اپنی ربوبیت کو  
 خالص بنانے کا ذریعہ بنایا۔  
 اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو جیسا  
 کہ اس کا خوف کرنے کا حق ہے اور  
 جان نہ دینا مگر اس حال میں کہ تم مسلم  
 ہو۔ (سورہ آل عمران ۱۰۳)  
 اس نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور  
 جن چیزوں سے روکا ہے ان میں اللہ  
 کی اطاعت کرو کیونکہ بندوں میں سے  
 صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

۴۲۔ تہمت لگانے کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا:

ان الذين يرمون المحصنات  
 الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا  
 والآخرة ولهم عذاب عظيم  
 جو لوگ بے خبر پاک دامن مؤمنہ عورتوں پر  
 تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں  
 لعنت ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

۴۳۔ اصحاب کو علم تھا کہ فاطمہ کون ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی منزلت و  
 عظمت اور فضائل کے بارے میں بہت سے فرامین سن چکے تھے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿

ثُمَّ قَالَتْ:

أَيُّهَا النَّاسُ اعْلَمُوا أَنِّي فَاطِمَةُ وَابْنِي مُحَمَّدٌ

پھر فرمایا:

لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فاطمہ ہوں۔ (۴۳)  
اور میرے پدر محمد ہیں۔

اَقُولُ عَوْدًا وَبَدُوًّا وَلَا اَقُولُ  
میرا حرفِ آخر وہی ہوگا جو حرفِ  
اول ہے۔

مَا اَقُولُ غَلَطًا،  
میرے قول میں غلطی کا شائبہ تک نہ ہو  
گا (۴۴)

وَلَا اَفْعَلُ مَا اَفْعَلُ سَطَطًا،  
اور نہ میرے عمل میں لغزش کی آمیزش  
ہوگی۔

### تشریح کلمات

شطط: حق سے دوری۔

⇒ الفاطمة سيدة نساء العالمين و

سيدة نساء اهل الجنة - فاطمة

بضعة منى من اغضبها اغضبني (صحیح

بخاری ج ۱ ص ۵۲۶-۵۳۲ طبع ہاشمی میرٹھ)

فاطمہ میرا ٹکرا ہے جو چیز فاطمہ کو اذیت

دے اس سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس چیز نے فاطمہ کو

اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

جس نے فاطمہ سے دشمنی کی اس نے مجھ

سے دشمنی کی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

انما فاطمة بضعة منى يوذني ما

آذاها (صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۹۰ طبع نول کشور)

فاطمہ بضعة منى يوذني ما اذاها و

ينصيني ما انصبها هذا حديث

حسن صحيح

(سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۹ طبع دیوبند)

۴۴۔ امام حاکم نے متدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ طبع حیدر آباد دکن میں حضرت عائشہؓ سے  
روایت نقل کی ہے:

میں نے فاطمہ سے راست گو کسی کو نہیں

دیکھا۔ ہاں صرف ان کے والد کو مستثنیٰ کیا

جاسکتا ہے۔

ما رأيت احد كان اصدق لهجة

منها الا ان يكون الذی ولدھا

امام حاکم نے اس حدیث کے ذیل میں اس پر صحت کا حکم یوں لگایا ہے: ⇨



لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ

رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

تحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں  
سے ایک رسول آیا ہے۔ تمہیں تکلیف  
میں دیکھنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ وہ  
تمہاری بھلائی کا نہایت خواہاں ہے۔ اور  
مؤمنین کیلئے نہایت شفیق و مہربان  
ہے۔

(سورہ توبہ آیت ۱۲۸)

فَإِنْ تَعَزَّوْهُ وَتَعْرِفُوهُ تَجِدُوهُ

إِنِّي دُونَ نِسَابِكُمْ

وَ أَخَا ابْنِ عَمِّي دُونَ رَجَالِكُمْ

وَلِنِعْمَ الْمُعَزِّي إِلَيْهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ،

(۴۵)  
اس رسول کو اگر تم نسب کے حوالے  
سے پہچاننا چاہتے ہو تو وہ میرے باپ  
ہیں تمہاری عورتوں میں سے کسی کا  
نہیں۔

وہ میرے چچا زاد (علیؑ) کے بھائی  
ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کا  
نہیں۔

یہ نسبت کس درجہ باعث افتخار ہے۔  
اللہ کی رحمت ہوان پر اور ان کی آل پر۔

تشریح کلمات

عنت: مشقت۔

تعزو: نسبت دینا۔

یہ حدیث مسلم کی شرط پر بالکل صحیح ہے۔

(المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۱ طبع دکن)

⇒ هذا حدیث صحیح علی شرط

مسلم ولم یخرجاه

۴۵۔ اس آیت مبارکہ کے ذریعے سیدۃ کونین سلام اللہ علیہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ میں اس رسولؐ کی بیٹی ہوں جسے  
تمہیں تکلیف میں دیکھنا شاق گذرتا تھا۔ آج اس نبیؐ کی بیٹی تکلیف میں ہے لیکن تمہیں اس کی پروا نہیں۔ وہ تمہاری

بھلائی کا نہایت خواہاں تھے اور مؤمنین کے لئے نہایت شفیق و مہربان تھے۔ لیکن آج اس نبیؐ بیٹی کا کوئی ہمدرد نظر نہیں آتا۔

فَبَلَّغْ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِالنِّذَارَةِ  
مَا يَلَا عَنْ مَذْرَجَةِ الْمُشْرِكِينَ  
صَارِباً ثَبَجَهُمْ أَخِذْ أَيْكُطَامِهِمْ  
دَاعِياً إِلَى سَبِيلِ رَبِّهِ بِالْحِكْمَةِ  
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ،  
يَكْسِرُ الْأَصْنَامَ وَيَنْكُثُ الْهَامَ  
حَتَّىٰ انْهَزَمَ الْجَمْعُ وَوَلَّوْا الدُّبُرَ

رسولؐ نے اللہ کے پیغام کو واشگاف  
انداز میں تنبیہ کے ذریعے پہنچایا۔ (۴۶)  
آپ نے مشرکین کی راہ و روش کو پس  
پشت ڈالتے ہوئے ان پر کمر شکن  
ضرب لگا کر ان کی گردنیں مروڑ دیں  
پھر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ  
اپنے رب کی طرف بلایا۔  
بتوں کو پاش پاش کر دیا اور طاغوتوں کو  
اس طرح سرنگوں کیا کہ وہ شکست کھا  
کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو  
گئے۔

تشریح کلمات

صادعاً، الصدع: کھلے طور سے اظہار کرنا۔

مذرجہ: راہ، مرکز۔

ثبج: ہر چیز کا درمیانی حصہ۔ کاندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ۔

ینکت: سر کے بل گرانا۔

۴۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو نذیر و بشیر بنا کر بھیجا یعنی تنبیہ کرنے والا اور بشارت دینے والا۔ ان دونوں میں سے تنبیہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ تنبیہ کا مقصد خطرے سے بچانا ہے۔ خطرات سے بچنے کے بعد بشارت کی نوبت آتی ہے اس لئے فرمایا:

وقل انی انا النذیر المبین

(سورہ حجر آیت ۸۹)

واوحی الی هذا القرآن لانذرکم  
به ومن بلغ

(سورہ انعام آیت ۱۹)

حَتّٰی تَفْرَىٰ اللَّیْلُ عَنْ صُبْحِهِ

وَأَسْفَرَ الْحَقُّ عَنْ مَحْضِهِ

وَنَطَقَ زَعِيمُ الدِّینِ

وَحَرَسَتْ سَقَاشِقُ الشَّیَاطِینِ

وَطَاحَ وَشَیْطَانُ النِّفَاقِ

وَانْحَلَّتْ عُقْدُ الْکُفْرِ وَالشِّفَاقِ،

وَفُهِتُمْ بِکَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ

فِی نَفَرٍ مِّنَ الْبَیْضِ الْخَمَاصِ.

وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

کہد تیجے: میں واضح طور پر تنبیہ کرنے والا  
ہوں۔

یہ قرآن بذریعہ وحی مجھ پر نازل کیا گیا ہے  
تاکہ میں اس کے ذریعے تمہاری تنبیہ کروں  
اور اس کی بھی جس تک یہ قرآن پہنچے۔

یہاں تک کہ شب دیہجور میں صبح امید  
کی روشنی پھیل گئی  
اور حق اپنی بے آمیزی کے ساتھ نکھر  
کر سامنے آ گیا

اور دین کے پیشوا نے زبان  
کھولی (۴۷)

اور شیاطین کی زبانوں کو لگام دے  
دی۔

نفاق کی بے وقعت جماعت بھی ہلاک  
ہو گئی۔

اور کفر و شقاوت کے بند ٹوٹ گئے،  
چند معزز فاقہ کش ہستیوں کی معیت میں  
تم کلمہ توحید کا اقرار کرنے لگے، (۴۸)  
جبکہ تم آگ کے گڑھے کے دہانے پر  
تھے

تشریح کلمات

الہام: بزرگان قوم۔

شقاشق: شقتشہ کی جمع اونٹ کا بلبلانا۔

وشیط: بے وقعت جماعت۔

بیض: سفید رنگ ہستیاں۔ یعنی معززین۔ خماص: گرسنہ شکم، زاہد۔

تفری، الف □ ری: کاٹنا چیرنا۔

طاح: ہلاکت۔

فُهِتُمْ: تم نے اقرار کیا، زبان پر لایا۔



۴۷۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے اپنی زبان گوہر افشاں سے دنیائے انسانیت کے لئے دستور حیات اور آئین زندگی بیان فرمائے جس سے انسانیت بلوغت کے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ آپ نے دنیا کو تہذیب سکھائی اور تمدن دیا۔  
۴۸۔ وہ زہد و تقویٰ کی پیکر ہستیاں جو دنیا کی تمام آلائشوں سے بے نیاز تھیں اور اکثر اوقات فاقے میں رہتی تھیں۔ وہ کون ہیں وہ صرف اور صرف اہل بیت اطہارؑ کے افراد ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اہلبیتؑ کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿

مَذْقَةُ الشَّارِبِ  
وَنَهْزَةُ الطَّامِعِ  
وَقُبْسَةُ الْعَجَلَانِ  
وَمَوْطِئُ الْأَقْدَامِ۔

تم (اپنے دشمنوں کے مقابلے میں) پینے والے کے لئے گھونٹ بھر پانی، طمع و لالچ والے (استعمار گروں کے لیے) ایک تر نوالہ، جلدی بجھ جانے والی چنگاری اور قدموں کے نیچے پامال ہونے والے خس و خاشاک تھے (یعنی اس سے زیادہ تمہاری حیثیت نہ تھی۔) (۴۹)

تشریح کلمات

مذقہ: گھونٹ بھر پانی۔

نہزة: فرصت۔

قبسة: معمولی شعلہ۔

﴿ ہم دعائم الاسلام وولائج الاعتصام بهم عاد الحق فی نصابہ وانزاح الباطل عن مقامہ و انقطع لسانہ عن منبتہ ﴾  
(نسخ البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۳۶ مطبوعہ مصر)

وہ اسلام کے ستون اور نجات کا مرکز ہیں ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی۔

۴۹۔ چنانچہ مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

والدنیا کاسفۃ النور ظاهرة الغرور  
على حين اصفرار من ورقها وایاس  
من ثمرها و اغورار من مائها قد  
درست منار الهدی وظهرت اعلام  
الردی فھی متجھمة لاهلها عابسة  
فی وجه طالبها ثمرها الفتنة و  
طعامها الجيفة وشعارها الخوف و  
دثارها السیف

(نُج البلاغہ ج ۱ خطبہ نمبر ۸۷)۔

تَشْرَبُونَ الطَّرْقَ وَتَقْتَاتُونَ الْوَرَقَ،  
أَذِلَّةٌ خَاسِئِينَ،  
تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ  
مِنْ حَوْلِكُمْ،

فَأَنْقَذَكُمُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
بِمُحَمَّدٍ (ص) بَعْدَ اللَّتَا وَالَّتِي،

رسالتاً جب مبعوث ہوئے تو اس وقت  
دنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب  
کاریاں کھلی ہوئی تھیں اس وقت اس کے  
پتوں میں زروی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں  
سے ناامیدی تھی۔ پانی زمین میں نہ نشین ہو  
گیا تھا، ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔  
ہلاکت کے پرچم کھلے ہوئے تھے اس کا  
پھول فتنہ تھا اور اس کی غذا مردار تھی، اندر کا  
لباس خوف باہر کا پہناوا تلوار تھا۔“

تم کیچڑ والے بدبودار پانی سے پیاس  
بجھاتے تھے،  
اور گھاس پھونس سے بھوک مٹاتے  
تھے۔

تم (اس طرح) ذلت و خواری میں زندگی  
بسر کرتے تھے۔ (۵۰)  
تمہیں ہمیشہ یہ کھکا لگا رہتا تھا کہ آس  
پاس کے لوگ تمہیں کہیں اچک نہ  
لیں۔

ایسے حالات میں اللہ نے تمہیں محمدؐ کے  
ذریعے نجات دی۔ (۵۱)

### تشریح کلمات

الطرق: تعفن والا پانی۔ اونٹ کے پیشاب سے ملا ہوا پانی۔ تَقْتَاتُونَ: قوت سے یعنی غذا۔  
خاسئین، خاسی: ذلیل۔ يَتَخَطَّفَكُمُ: الخطف: اچک کر لے جانا، اغوا کرنا۔  
انقذ: نجات بخشی۔

۵۰۔ اس بات کو مولائے متقیان حضرت علیؑ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

ان اللہ بعث محمداً صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نذیراً للعالمین و امیناً  
علی التنزیل و انتم معشر العرب  
علی شر دین و فی شردار  
منیخون بین حجارة خشن و  
حیات صم، تشربون الکدر و  
تأکلون الجشب و تسفکون  
دمائکم و تقطعون ارحامکم  
(نُج البلاغۃ خطبہ ۲۶ طبع مصر)

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو  
تمام جہانوں کو تنبیہ کرنے والا اور اپنی وحی  
کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب! اس  
وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں  
میں تھے۔ کھردرے پتھروں اور زہریلے  
سایوں میں تم بود باش رکھتے تھے۔ گدلا  
پانی پیتے تھے اور بدترین غذا کھاتے  
تھے۔ اپنا خون بہایا کرتے تھے اور قطع  
رحمی کرتے تھے۔

۵۱۔ اشارہ سورہ انفال کی آیت نمبر ۲۶ کی طرف ہے، جس میں فرمایا: ﴿

وَبَعْدَ أَنْ مُنِيَ بَبْهِمِ الرِّجَالِ  
وَذُؤْبَانِ الْعَرَبِ وَمَرَدَّةِ أَهْلِ الْكِتَابِ  
كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ  
أَمْلَأَ مَا اللَّهُ  
أَوْتَجَمَعَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ فَعَرَتْ  
فَاعْرَةً مِنَ الْمُشْرِكِينَ  
قَدَفَتْ أَحَاةُ فِي لَهَوَاتِهَا  
فَلَا يَنْكَبُ حَتَّى يَلَأَ صِمَاحَهَا  
بِأَحْمَصِهِ  
وَيُخِمِدَ لَهَبَهَا بِسَيْفِهِ،

(اس سلسلے میں) انہیں زور آوروں،  
عرب بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب کا  
مقابلہ کرنا پڑا۔  
دشمن جب بھی جنگ کے شعلے بھڑکاتے  
اللہ انہیں بجھا دیتا۔  
جب بھی کوئی شیطان سر اٹھاتا یا  
مشرکین میں سے کوئی اژدھا منہ کھولتا،  
رسول اپنے بھائی (علیؑ) کو اس کے  
حلق کی طرف آگے کرتے تھے۔  
اور وہ (علیؑ) ان لوگوں کے غرور کو  
اپنے پیروں تلے پامال کیے بغیر  
اور اپنی تلوار سے اس آتش کو فرد کیے  
بغیر نہیں لوٹتے تھے۔ (۵۲)

تشریح کلمات

مُنَى: دو چار ہونا پڑا۔ بُہم الرجال: زور آور لوگ مردۃ: سرکش نجم: ظاہر ہونا  
فغرت: فاغرة، منہ کھولنے والا۔ لہوات: حلق کا دھانا۔ لاینکفی: نہیں لوٹتے تھے  
صماخ: کان کے سوراخ پر مارنا۔ اخمص بتلوے کا وہ حصہ جو زمین سے نہ لگے پورا قدم بھی مراد لیتے ہیں  
اخماد: خاموش کرنا۔

وَإِذْ كَرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ  
وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تمہیں زمین میں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تمہیں خوف رہتا تھا کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں تو اللہ نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہیں تقویت پہنچا دی اور تمہیں پاکیزہ روزی عطا کی تاکہ تم شکر کرو۔

۵۲۔ اس سلسلہ میں خود حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ﴿

مَكَدُودًا فِي ذَاتِ اللَّهِ،  
مُجْتَهِدًا فِي أَمْرِ اللَّهِ،  
قَرِيبًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ،  
وہ راہ خدا میں جانفشانی،  
اللہ کے معاملے میں مجاہد (۵۳)،  
رسول اللہ کے نہایت قریبی (۵۴)

تشریح کلمات

مکدود: کد □ سے اسم مفعول جاں فشانی۔

وَلَقَدْ وَاسَيْتَهُ بِنَفْسِي فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِي تَنْكُصُ فِيهَا الْأَبْطَالُ وَتَتَأَخَّرُ فِيهَا الْأَقْدَامُ (نُجُجُ الْبَلَاغَةِ خُطْبَةُ ۱۹۵)  
میں نے پیغمبرؐ کی مدد ان موقعوں پر کی جن موقعوں پر بہادر بھی بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم پیچھے ہٹ جاتے تھے۔  
علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نُجُجُ الْبَلَاغَةِ میں جنگ احد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
”جنگ احد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زخمی ہو گئے تو لوگوں نے کہا: محمدؐ شہید ہو گئے۔ اس وقت مشرکین کے ایک لشکر نے دیکھا کہ پیغمبرؐ ابھی زندہ ہیں چنانچہ وہ حملہ آور ہوئے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ اس لشکر کو مجھ سے دور کرو۔ علیؑ نے اس لشکر پر حملہ کیا اور اس لشکر کے سربراہ کو قتل کیا اسی طرح دوسرے اور

تیسرے لشکر نے پھر رسول اللہ پر حملہ کیا۔ رسول اللہ نے فرمایا: اے علی! اس لشکر کو مجھ سے دور کرو۔ علیؑ نے اس لشکر کے سربراہ کو قتل کیا اور دور بھگا دیا۔ رسول اللہ نے فرمایا: اس موقع پر جبرائیل نے مجھ سے کہا: علیؑ کا یہ دفاع حقیقی مواساة اور مدد ہے۔ میں نے جبرائیل سے کہا: ایسا کیوں نہ ہو علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جبرائیل نے کہا: میں آپ دونوں سے ہوں۔“

۵۳۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ کے جسم اطہر پر صرف احد کی جنگ میں اسی (۸۰) زخم ایسے لگ گئے تھے کہ مرہم زخم کی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جاتا تھا۔

۵۴۔ اس سلسلہ میں متعدد احادیث تمام اسلامی مکاتب فکر کی بنیادی کتب میں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

[لحمک لحمی ودمک دمی۔ انت منی بمنزلة هارون من موسى۔

علی منی وانا منه]

اور اولیاء اللہ کے سردار تھے۔ (۵۵)

وہ (جہاد کیلئے) ہمہ وقت کمر بستہ، امت

کے خیر خواہ، عزم محکم کے مالک (اور)

راہ حق میں جفاکش تھے۔

راہ خدا میں وہ کسی کی ملامت کی پرواہ

نہیں کرتے تھے

مگر تم ان دنوں عیش و آرام کی زندگی

بسر کرتے تھے،

نیز سکون اور خوشی میں امن و امان کے

ساتھ رہتے تھے۔

تم اس انتظار میں رہتے تھے کہ ہم پر

مصیبتیں آئیں

اور تمہیں بری خبریں سننے کو ملیں۔

سَيِّدًا فِيْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ

مُسْتَمِرًّا، نَاصِحًا، مُجِدًّا، كَادِحًا،

لَا تَأْخُذْهُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةٌ لَا يَظْمُرُ،

وَأَنْتُمْ فِي رَفَاهِيَّةٍ مِنَ الْعَيْشِ

وَأَدْعَاؤُنَ فَالْهُنَّ آمِنُونَ

تَتَرَبَّصُونَ بِمَا الدَّوَائِرُ

وَتَتَوَكَّمُونَ الْإِخْبَارَ



## تشریح کلمات

مشمراً: کپڑے کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھانا۔ کادح: جفاکش۔ وادعون: آسودہ۔  
فاکھون: ہنسی مزاح۔ تربص: انتظار۔ دوائر: مصائب۔ تتو کفون: توفع رکھتے تھے۔

۵۵۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۴۳ مطبوعہ بیروت میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا:

یا انس اسکب لی وضوءاً فصلی  
رکعتین ثم قال یا انس یدخل  
علیک من هذا الباب امیر  
المؤمنین وسید المرسلین وقائد  
الغرمحجلین وخاتم الوصیین  
اے انس! وضو کے لئے پانی فراہم کرو۔ پھر  
آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا: اے  
انس! اس دروازے سے تیرے پاس وہ شخص  
آئے گا جو مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار  
اور روشن چہرے والوں کے رہنما اور خاتم  
اوصیاء ہوگا۔

تم جنگ کے وقت پسپائی اختیار کرتے  
تھے اور لڑائی میں راہ فرار اختیار کرتے  
تھے۔ (۵۶)

پھر جب اللہ نے اپنے نبیؐ کے لئے  
مسکن انبیاء اور برگزیدہ گان کی قرار گاہ  
(آخرت) کو پسند کیا۔

وَتَكْصُونَ عِنْدَ النَّزَالِ

وَتَفِرُونَ مِنَ الْقِتَالِ

فَلَمَّا اخْتَارَ اللَّهُ لِنَبِيِّهِ دَارَ اَنْبِيَاۡهِ

وَمَا وٰى اَصْفِيَاۡهِ

## تشریح کلمات

نکص: پسپائی اختیار کی۔  
نزال: مقابلہ۔ جنگ کا۔

۵۶۔ تاریخ کے ادنیٰ طالب علم پر بھی یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام کی فیصلہ کن جنگوں میں کن لوگوں نے راہ فرار اختیار کی۔ قرآن کریم نے بھی اس بات کو اپنے صفحات پر اس انداز میں ثبت کیا ہے کہ بھاگنے والوں کے لیے عذر کی گنجائش باقی نہ رہے فرمایا:

اذتصعدون ولا تلوون علی احد  
والرسول یدعوکم فی اخراکم  
(سورہ آل عمران آیت ۱۵۳)

اس آیت میں والرسول یدعوکم ”رسول تمہیں پکار رہے تھے“ کا جملہ شاہد ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار سن رہے تھے اور بھاگ رہے تھے۔ اگر نہ سنتے تو یدعوکم کی تعبیر اختیار نہ فرماتا۔ یوم حنین کے بارے میں فرمایا:

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرہ و  
یوم حنین اذا عجبکم کثرکم فلم  
تغن عنکم شیئاً و ضاقت علیکم  
الارض بما رحبت ثم ولیتم  
مدبرین

(سورہ توبہ آیت ۲۵)

ظَهَرَفِيكُمْ حَسِيكَةُ النِّفَاقِ  
وَسَمَلٌ جِلْبَابُ الدِّينِ  
وَنَطَقَ كَاطِمُ الْعَاوِيْنَ  
وَنَبَعَ خَامِلُ الْأَقْلِيْنَ  
وَهَدَرَ فَنِيْقُ الْمُبْطِلِيْنَ فَخَطَرَ  
فِي عَرُصَاتِكُمْ

تو تمہارے دلوں میں نفاق کے کانٹے  
نکل آئے (۵۷)  
اور دین کا لبادہ تارتار ہو گیا۔  
ضلالت کی زبانیں چلنے لگیں۔  
بے مایہ لوگوں نے سراٹھانا شروع کیا،  
اور باطل کے سرداروں نے گرجنا  
شروع کر دیا۔ (۵۸)  
پھر وہ دم ہلاتے ہوئے تمہارے  
اجتماعات میں آ گئے۔

تشریح کلمات

حسیکہ: کانٹا۔ سمل: بوسیدہ ہو گیا۔  
جلباب: قمیص، چادر۔ نبغ: نبوغ ظاہر ہونا۔

خامل: گنام پست آدمی۔ ہدر: گرچنا، اونٹ کا بلبلانا۔  
فنیق: سردار۔ نراونٹ۔ خطر: دم ہلایا۔

۵۷۔ صحیح بخاری کتاب الدیات میں حسب ذیل حدیث مروی ہے :

عن ابن عمر انه سمع النبی يقول: لا  
ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم  
رقاب بعض  
عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:  
میرے بعد تم کافر مت بنو کہ ایک دوسرے  
کی گردن مارو۔

ابو ذرؓ اپنے دادا حضرت جریر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

انصت الناس ثم قال: لا ترجعوا بعدی  
کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض  
لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا: میرے بعد کافر مت  
بنو کہ ایک دوسرے کی گردن مارو

۵۸۔ حضرت علیؓ نے بھی اس وقت کے حالات پر اسی قسم کا تبصرہ فرمایا ہے: ﴿

وَ أَطْلَعَ الشَّيْطَانُ رَأْسَهُ مِنْ  
مَغْرَزِهِ هَاتِفًا بِكُمْ،  
فَالْفَاكِمُ لِدَعْوَتِهِمْ مُسْتَجِيبٌ  
وَاللُّغْزَةُ فِيهِ مُلَاحِظِينَ،  
ثُمَّ اسْتَنْهَضَكُمْ فَوَجَدَكُمْ  
خَفَانًا

شیطان بھی اپنی کمین گاہ سے سر  
نکالا اور تمہیں پکارنے لگا۔  
اس نے تمہیں اس دعوت پر لبیک کہتے  
ہوئے پایا۔  
اور اس کے مکرو فریب کے لیے آمادہ و  
منتظر پایا۔  
پھر شیطان نے تمہیں اپنے مقصد کے  
لئے اٹھایا اور تمہیں سبک رفتاری سے  
اٹھتے دیکھا۔

تشریح کلمات

مغرز: ڈسنے کی جگہ۔ کمین گاہ۔

الفاکم: پایا تم کو۔

﴿الاولان بليتكم قد عادت كهيئتها﴾

یوم بعث اللہ نبیکم صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم والذی بعثہ بالحق لتبلیلن بلبلة

ولتغریبن غریلة ولتساطن سوط القدر

حتى یعود اسفلکم اعلاکم و اعلاکم

اسفلکم ولیسبقن سابقون کانوا

قصروا ولیقصرن سابقون کانوا سبقوا

(نُج البلاغہ خطبہ ۱۶ طبع مصر)

وَاحْمَسْكُمْ فَالْفَاكُمُ

غَضَاباً،

فَوَسَمْتُكُمْ غَيْرَ اِبِلِكُمْ

وَوَرَدْتُكُمْ غَيْرَ مَشْرَبِكُمْ، هَذَا

وَالْعَهْدُ قَرِيبٌ وَالْعِلْمُ رَحِيبٌ

وَالْجَرَحُ لَمَّا يَنْدُمُ

وَالرَّسُولُ لَمَّا يَتَبَرُّ، اِبْتِدَاراً

رَعَمْتُكُمْ خَوْفَ الْفِتْنَةِ

تمہیں جاننا چاہئے کہ تمہارے لیے وہی  
ابتلا پھر پلٹ آیا ہے جو رسولؐ کی بعثت کے  
وقت موجود تھا۔ اس ذات کی قسم جس نے  
رسولؐ کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا تم بری  
طرح تہ و بالا کیے جاؤ گے اور اس طرح  
چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز  
کو چھانا جاتا ہے اور تم اس طرح خلط ملط  
کیے جاؤ گے جس طرح (پتھری سے) ہنڈیا۔  
یہاں تک تمہارے ادنیٰ لوگ اعلیٰ اور اعلیٰ  
لوگ ادنیٰ ہو جائیں گے، جو پیچھے تھے وہ  
آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے  
رہتے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔

اس نے تمہیں بھڑکایا تو تم فوراً غضب  
میں آ گئے۔

تم نے اپنے نشان دوسروں کے اونٹوں  
پر لگا دیے (۵۹)

اور اپنے گھاٹ کی جگہ دوسروں کے  
گھاٹ سے پانی بھرنے کی کوشش  
کی۔ (۶۰)

یہ تمہاری حالت ہے جبکہ ابھی عہد رسولؐ  
قریب ہی گذرا ہے، زخم گہرا ہے (۶۱)  
اور جراحت ابھی مندمل نہیں ہوئی۔

ابھی رسولؐ کی تدفین نہیں ہوئی تھی کہ تم  
نے فتنہ کا بہانہ بنا کر عجلت سے کام  
لیا۔

## تشریح کلمات

احمسمکم: تمہیں بھڑکایا جس جوش دلایا۔  
وسمتم الوسم: نشان لگانا۔  
الکلم: زخم۔  
رحیب: وسیع۔

۵۹۔ تم نے دوسروں کے اونٹوں پر اپنا نشان لگایا ہے یعنی دوسروں کے حقوق پر بے جا تصرف کیا ہے۔ واضح رہے کہ عربوں میں یہ رواج عام تھا کہ ہر مالک اپنے اونٹوں پر خاص قسم کی نشانی لگاتے تھے کہ مالک اپنے اونٹ کو پہچان سکے۔

۶۰۔ ہر قوم اور ہر قبیلہ اپنا اپنا گھاٹ مخصوص رکھتے تھے۔ اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ تم کو اپنی حدود میں رہنا چاہئے تھا مگر تم نے دوسروں کے حقوق پر دست درازی کی ہے۔

۶۱۔ یعنی عہد رسالت کو کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔

۶۲۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے پہلے مسند خلافت پر قبضہ کرنے کے عمل کی سرزنش کی جا رہی ہے۔ خلافت پر قبضہ کرنے والوں کی یہ توجیہ پیش کی کہ ہم نے فتنہ کے خوف سے تدفین رسول پر خلافت

(الْاِیُّ الْیُسْنٰی سَقَطُوْا وَاِنْ جَہَنَّمُ  
لَمَحِیْطَةٌ بِالْکَافِرِیْنَ)

دیکھو یہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور جہنم  
نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے۔  
(توبہ ۴۹)  
تم سے بعید تھا کہ تم نے یہ کیسے سوچا؟  
تم کدھر بیکے جا رہے ہو؟ (۶۳)  
حالانکہ کتاب خدا تمہارے درمیان

فَہٰیہَاتَ مِنْکُمْ وَکَیْفَ بِکُمْ  
وَآنِیْ تُؤْفَکُوْنَ

وَكِتَابُ اللّٰهِ بَیْنَ اَظْہَرِّکُمْ،

اُمُوْرُهُ ظَاہِرَةٌ

وَاحْکَامُہٗ زَاہِرَةٌ وَاَعْلَامُہٗ

بَاہِرَةٌ وَرَوَاجُہٗ لَا یُخْفٰی وَاَوَامِرُہٗ

وَاضِحَةٌ،

وَمَدَّ خَلْمُہُمْ وَرَآءَ ظُہُوْرِکُمْ،

ہے، (۶۴)

جس کے دستور واضح،

احکام روشن،

تعلیمات آشکار،

تنبیہات غیر مبہم،

اور اس کے اوامر واضح ہیں۔

اس قرآن کو تم نے پس پشت ڈال دیا۔

کیا تم اس سے منہ موڑ لینا چاہتے ہو؟

➞ کو ترجیح دی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس کی رو سے جنگ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں نے یہ عذر تراشا تھا کہ ہم نے جنگ میں اس لیے شرکت نہیں کی کہ رومی عورتوں پر فریفتہ ہو کر کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے ان کے جواب میں فرمایا تھا: **الافى الفتنه سقطوا** دیکھو یہ فتنے میں پڑ چکے ہیں یعنی یہ عذر تراشی خود سب سے بڑا فتنہ ہے۔

۶۳۔ یعنی امامت و خلافت سے تمہارا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ عام انسان نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ مقام تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ تاریخی شواہد گواہ ہیں کہ عام مہاجرین اور انصار میں سے کسی کو اس بات میں شک نہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علیؑ کی ہوگی۔

(ملاحظہ فرمائیں: موفقیات ص ۵۸۰ طبع بغداد)

۶۴۔ تمام ادیان میں امامت کا جو مقام و معیار رہا ہے وہ قرآن پاک سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نسلوں میں امامت کا سلسلہ قائم رہا تو کس اساس پر رہا۔

کیا تم اس کے بغیر فیصلے کرنے کے خواہاں ہو؟

یہ ظالموں کے لیے برابر ہے اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہو گا وہ اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

پھر تمہیں خلافت حاصل کرنے کی اتنی جلدی تھی کہ خلافت کے بد کے ہوئے ناقہ کے رام ہونے اور مہار تھامنے کا بھی تم نے مشکل سے انتظار کیا (۶۵) پھر تم نے آتش فتنہ کو بھڑکایا اور اس کے شعلے کو پھیلا نا شروع کیا

أَرَعْبَةً عَنْهُ تُرِيدُونَ أَمْبَغِيْرَهُ  
تَحْكُمُونَ؟

بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا،  
وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا  
فَلَنْ يُمْبَلَّ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ  
مِنَ الْخَاسِرِينَ)۔

ثُمَّ لَمْ تَلْبَسُوا إِلَّا رِيثَ أَنْ تَسْكُنَ  
نَفْسُهَا وَيَسْلَسَ قِيَادُهَا  
ثُمَّ أَخَذْتُمْ تَوَرُّونَ وَقَدَّتْهَا  
وَتَلَهَّجُونَ جَمْرَتَهَا

## تشریح کلمات

لم تلبثوا لبث: انتظار کرنا۔ ٹھہرے رہنا۔  
 یسلس، سلس: آسان ہونا۔  
 وقدة: شعلہ۔  
 ریشما: بقدر۔  
 تورون: آگ بھڑکانا۔  
 جمرة: چنگاری۔

۶۵۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال سوموار کے دن ظہر کے وقت ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ آئے اور نبی کریمؐ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر کہنے لگے: کیا گہری بے ہوشی ہے رسول اللہ کی، مغیرہ نے کہا: حضور کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم فتنہ پرور آدمی ہو۔ رسول اللہ منافقین کے خاتمہ تک زندہ رہیں گے (مسند امام احمد ج ۳ ص ۲۱۰)۔ اس وقت حضرت ابوبکر مدینہ سے باہر اپنے گھر ”مسخ“ نامی جگہ پر تھے۔

مشہور مؤرخ ابن جریر طبری نے لکھا ہے: لما قبض النبی کان ابوبکر غائباً فجاء بعد ثلاثة ايام

وَسْتَجِيبُونَ لِهَتَافِ الشَّيْطَانِ

اور تم شیطان کی گمراہ کن پکار پر لبیک کہنے لگے۔

الْغَوِيِّ

تم دین کے روشن چراغوں کو بجھانے اور برگزیدہ نبی کی تعلیمات سے چشم پوشی کرنے لگے۔

وَإِطْفَاءِ أَنْوَارِ الدِّينِ الْجَلِيِّ

وَإِهْمَالِ سُنَنِ النَّبِيِّ الْمَصْفِيِّ،

## تشریح کلمات

هتاف: پکار۔

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر غائب تھے، تین دن بعد آئے“۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ طبع مصر)

حضرت ابن ام مکتومؓ نے حضرت عمر کو یہ آیت پڑھ کر سنائی: وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم تو حضرت عمر نے اعتنا نہ کی۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر کو مسجد میں لوگوں نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عمر اس قدر بولتے رہے کہ منہ سے جھاگ نکلنے لگا (کنز العمال ج ۲ ص ۵۳ طبع کن) جب حضرت ابوبکر اپنے گھر مسخ سے

آگئے تو انہوں نے بھی اسی آیت کی تلاوت کی جو ابن ام مکتومؓ پہلے سنا چکے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: کیا یہ آیت قرآن میں ہے؟ اور بعد ازاں مان گئے کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے یعنی حضرت ابوبکرؓ کے آنے کے بعد قبول کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت لینے کے بعد عام بیعت کے لئے وہ مسجد نبویؐ آگئے تو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے میں مصروف تھے (العقد الفرید ج ۴ ص ۲۵۸ طبع مطبعہ ازہریہ مصر)۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر جو حضرت ابوبکرؓ کے نواسے اور جناب اسماء بنت ابی بکرؓ کے فرزند ارجمند ہیں روایت کرتے ہیں کہ ان ابابکر و عمر لم یشہدا دفن النبیؐ وکانا فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا ”حضرت ابوبکر و عمر دونوں جنازہ اور دفن رسولؐ میں حاضر نہیں ہوئے اور وہ دونوں انصار میں تھے اور حضورؐ ان دونوں کے واپس ہونے سے پہلے ہی دفن کر دیئے گئے“ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰ طبع دکن)۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کی تدفین کے لیے بھی حاضر نہ ہوئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”ہمیں رسول اللہؐ کی تدفین کا علم بدھ کی رات کو ہوا“۔ (تاریخ طبری ۲ ص ۴۵۲)۔ اس سلسلہ میں مزید تحقیق کے لیے تاریخی کتب کا مطالعہ ضرور کریں۔

تَشْرَبُونَ حَسَوًا فِي ارْتِغَاءٍ  
وَتَمْسُونَ لِأَهْلِهِ وَوَلَدِهِ  
فِي الْخَمْرِ وَالصَّرَاءِ  
وَنَصْبٍ مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ  
حَزِّ الْمَدَى وَخَزِّ السِّنَانِ  
فِي الْحَسَاءِ

تم بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو  
پی جاتے ہو (۶۱)  
اور رسولؐ کی اولاد اور اہل بیتؑ کے  
خلاف خفیہ چالیں چلتے ہو۔ (۶۲)  
تمہاری طرف سے خنجر کے زخم اور  
نیزے کے وار کے باوجود ہم صبر سے  
کام لیں گے

### تشریح کلمات

الارتغاء: دودھ سے جھاگ اتارنا۔

الصراء: گھنے درخت۔

المدی: چھری، خنجر۔

حسواً: تھوڑا تھوڑا کر کے پینا۔

الخمر: چھپانا، خفیہ رکھنا۔

الحز: کاٹنا۔

وخز: زخم لگانا۔



۶۶۔ ایک ضرب المثل مشہور ہے: ”دودھ کے برتن سے بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو پی جانا“۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو کسی کے لیے بظاہر کام کرتا دکھائی دے لیکن درحقیقت وہ اپنے مفاد میں کام کر رہا ہو۔

۶۷۔ حکومت کو تین گروہوں کی طرف سے مخالفت کا خدشہ تھا۔ انصار، بنی امیہ اور بنی ہاشم۔ مگر سب سے زیادہ بنی ہاشم سے خطرہ تھا۔ اس لیے اہل بیتؑ پر تشدد کیا گیا اور بنی ہاشم میں سے کسی کو بھی کوئی منصب نہیں دیا گیا۔ البتہ انصار اور بنی امیہ کے ساتھ سمجھوتہ ہو گیا ورنہ ان کو بھی اقتدار میں شریک کیا گیا ان کو بڑے کلیدی عہدوں سے نوازا۔ چنانچہ خبر الامت حضرت ابن عباسؓ نے حلب کی گورنری کی درخواست پیش کی لیکن یہ کہہ کر رد کر دی گئی کہ اگر ہم بنی ہاشم کو شریک اقتدار کریں تو وہ اسے اپنے مفاد میں استعمال کر سکتے ہیں جبکہ ابوسفیان نے حضرت ابو بکر کی خلافت کے بارے میں کہا تھا: ”انی لاری عجاۃ لا یطفئھا الا الدم“ ”میں اس قسم کا گرد و غبار دیکھ رہا ہوں جس کو صرف خون ہی ختم کر سکتا ہے“ لیکن برسر اقتدار افراد نے ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان کو شام کا والی بنا دیا اور اس کے مرنے کے فوراً بعد اس کے بھائی معاویہ کو والی بنا دیا گیا۔

اب تمہارا یہ خیال ہے کہ رسولؐ کی میراث میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہی۔ کیا تم لوگ جاہلیت کے دستور کے خواہاں ہو؟ (۶۸)

اور اہل یقین کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

کیا تم جانتے نہیں ہو؟ کیوں نہیں! یہ بات تمہارے لیے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ میں رسولؐ کی بیٹی ہوں۔

مسلمانو! کیا میں ارث میں محرومی پر مجبور ہوں (۶۹)

اے ابو قحافہ کے بیٹے! کیا اللہ کی کتاب میں ہے کہ تمہیں اپنے باپ کی میراث مل جائے اور مجھے اپنے باپ کی میراث نہ ملے۔ (۷۰)

تم نے بری چیز پیش کی کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب اللہ کو ترک کیا

اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے

وَأَنْتُمْ الْأَنْ تَزْعُمُونَ أَنْ لَا إِرْثَ لَنَا

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ تَبْعُونَ

(وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ

يُوقِنُونَ ؟)

أَفَلَا تَعْلَمُونَ ؟ بَلَى قَدْ تَجَلَّى

لَكُمْ كَالشَّمْسِ الْمَضَاحِيَّةِ

أَفِي ابْنَتِهِ !

أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ أَغْلَبَ عَلَى إِرْثِي

يَا بَنَ ابْنِي قَحَافَةَ أَفِي كِتَابِ اللَّهِ

أَنْ تَرِثَ أَبَاكَ وَلَا آرِثَ ابْنِي ؟ !

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا قَرِيبًا !

أَفَعَلَى عَمْدٍ تَرَكْتُمْ كِتَابَ اللَّهِ

وَتَبَدُّتُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ؟

۶۸۔ چونکہ جاہلیت میں لڑکی وارث نہیں بن سکتی تھی۔

۶۹۔ اس تعبیر میں کہ (کیا میں ارث سے محرومی پر مجبور و مغلوب ہوں؟) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ارث سے محرومی کے لئے منطق اور دلیل کی جگہ طاقت استعمال کی گئی ہے۔

۷۰۔ اس جملے میں میراث نہ ملنے کو ایک قسم کی اہانت قرار دیا ہے : اے مخاطب! کیا تو اس قابل ہے کہ اپنے باپ کا وارث بن جائے لیکن میں اس قابل نہیں ہوں کہ اپنے والد کی وارث بنوں؟۔

## ترک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل املاک بطور ترکہ چھوڑے:

✽ حوائط سبعہ سات احاطے ✽ بنی نضیر کا قطعہ ارضی ✽ خیبر کے تین قلعے ✽ وادی قری کی ایک تہائی حصہ ✽ مہرور (مدینہ میں بازار کی ایک جگہ) ✽ فدک

حوائط سبعہ میں سے چھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقف فرمایا تھا۔ بنی نضیر کی زمین میں سے کچھ عبدالرحمن بن عوف اور ابی دجانہؓ وغیرہ کو مرحمت فرمایا تھا۔ خیبر کے کچھ قلعے ازواج کو عنایت فرمایا اور فدک حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام کو عنایت فرمائے اس سلسلہ میں مزید کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جناب رسالتؐ اب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد دیگر افراد سے کوئی چیز واپس نہیں لی گئی۔ صرف فدک کو حضرت زہراء علیہا السلام کے قبضہ سے واپس لیا گیا۔ جناب سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو حاکم وقت سے تین چیزوں کا مطالبہ تھا:

- ۱۔ ہبہ۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: فدک رسول اللہؐ نے مجھے ہبہ کر کے دیا۔ جس پر حضرت ابو بکر نے گواہ طلب کیے حضرت فاطمہؓ نے حضرت ام ایمن، رسول کے غلام رباح اور حضرت علیؓ کو بطور گواہ پیش کیا لیکن یہ گواہ رد کر دئے گئے (ملاحظہ ہو فتوح البلدان ج ۱ ص ۳۴ مطبوعہ مصر)
- ۲۔ ارث: یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا تو صرف ایک راوی کو روایت کی بنیاد بنا کر یہ مطالبہ مسترد کیا گیا اور راوی بھی خود مدعی ہے۔
- ۳۔ سهم ذوالقربی: حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد کی میراث سے محرومیت کے بعد خمس میں سے سهم ذوالقربی (یعنی رسول کے قرابتداروں کا حصہ) کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ بھی صرف ایک صحابی کی روایت کی بنیاد پر رد کیا گیا۔ حضرت ام ہانیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے سهم ذوالقربی کا مطالبہ کیا تو حضرت ابو بکر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ذوالقربی کا حصہ میری زندگی میں تو ان کو ملے گا لیکن میری زندگی کے بعد ان کو نہیں ملے گا (ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۵ ص ۳۶۷)

إِذْ يَقُولُ:

(وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ) ،

وَقَالَ فِيمَا اقْتَصَّ مِنْ خَبْرٍ

يَحْيَىٰ بِنَ زَكَرِيَّا إِذْ قَالَ :

(فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي

وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ)

جبکہ قرآن کہتا ہے

اور سلیمان داؤد کے وارث بنے (۷۱)

اور یحییٰ بن زکریا کے ذکر میں فرمایا:

جب انہوں نے خدا سے عرض کی:

پس تو مجھے اپنے فضل سے ایک جانشین

عطا فرما

جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا

وارث بنے، (۷۲)

۷۱۔ اس آیت مبارکہ کا اطلاق مالی میراث کو بھی شامل ہے، بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ یہاں وراثت سے مراد حکمت و نبوت نہیں ہے کیونکہ قرآن میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی میں ہی حکمت دے دی گئی تھی چنانچہ ارشاد رب العباد ہے:

اور داؤد و سلیمان کو بھی (نوازا) جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت لوگوں کی بکریاں بکھر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے مشاہدہ کر رہے تھے۔

تو ہم نے سلیمان کو اس کا فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا

و داؤد و سلیمان اذ یحکمٰں فی

الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم و

کنا لحکمہم شاہدین۔ ففہمٰنہا

سلیمان و کلا آتینا حکماً و علماً

(سورۃ انبیاء ۷۸-۷۹)

۷۲۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پس تو اپنے فضل سے مجھے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے۔

انی خفت الموالی من ورائی و

کانت امرأتی عاقراً فہب لی من

لدنک ولیاً یرثنی و یرث من آل

یعقوب

ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اپنے رشتہ داروں سے نبوت کی میراث لے جانے کا خوف تو نہیں

تھا کیونکہ نبوت ایسی چیز نہیں جسے رشتہ دار ناجائز طور پر لے جائیں۔ بلکہ یہاں یقیناً مالی وراثت مراد ہے۔

اس سلسلے میں امام سرخسی کا استنباط قابل توجہ ہے۔ آپ اپنی معروف فقہی کتاب ”المبسوط“ جلد ۱۲، ۱۳

وَقَالَ: (وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ  
أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ)

نیز فرمایا: اللہ کی کتاب میں خونی  
رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار  
ہیں۔ (۷۳)

➤ صفحہ ۳۶ باب الوقف طبع دارالکتب العلمیہ بیروت میں لکھتے ہیں:

واستدل بعض مشایخنا رحمہم  
اللہ تعالیٰ بقولہ علیہ الصلوٰۃ  
والسلام اَنَا مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورُثُ  
مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فَقَالُوا مَعْنَاهُ مَا  
تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ لَا يُورَثُ ذَلِكَ وَ  
لَيْسَ الْمُرَادُ أَنْ أَمْوَالِ الْأَنْبِيَاءِ  
عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا تُورَثُ  
وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ  
دَاوُدَ} وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {فَهَبْ لِي  
مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثْنِي وَ يَرِثَ مِنْ  
آلِ يَعْقُوبَ} فَحَاشَا أَنْ يَتَكَلَّمَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِخِلَافِ الْمَنْزِلِ فَعَلَى هَذَا التَّوَابُلِ  
فِي الْحَدِيثِ بَيَانُ أَنْ لَزُومَ الْوَقْفِ  
مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
خَاصَّةً بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْوَعْدَ مِنْهُمْ  
كَالْعَهْدِ مِنْ غَيْرِهِمْ

ہمارے بعض اساتذہ نے وقف کے ناقابل  
تنتیخ ہونے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
اس حدیث سے استدلال کیا ہے: اَنَا  
مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَاهُ  
صَدَقَةٌ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب  
یہ ہے کہ ہم نے جو مال بعنوان صدقہ  
(وقف) چھوڑا ہے اس کا ہم سے کوئی وارث  
نہیں ہوتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء علیہم  
السلام کے اموال کے وارث نہیں ہوتے  
جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَوَرِثَ  
سُلَيْمَانُ دَاوُدَ نیز فرمایا: فَهَبْ لِي مِنْ  
لَدُنْكَ وَلِيًّا یَرِثْنِي وَ یَرِثَ مِنْ آلِ  
یَعْقُوبَ پس ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف بات کریں۔  
حدیث کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء  
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے وقف کا  
ناقابلِ تنتیخ ہونا ایک خصوصی بات ہے کیونکہ  
انبیاء کے ”وعدے“ دوسرے لوگوں کے  
”معاهدے“ کی طرح ہے۔

۷۳۔ اس آیت میں وراثت کا ایک اصول صریح لفظوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خونی رشتہ دار وراثت کے زیادہ  
حقدار ہیں۔ اس سے پہلے انصار و مہاجرین میں باہمی توارث کا حکم نافذ تھا جو اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔



وَقَالَ :

(يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ  
لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ).

وَقَالَ :

(إِنْ تَرَكَ خَيْرًا لِّلْوَصِيَّةِ  
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ  
حَقًّا عَلَى الْمُتَّفِقِينَ)

وَدَعَمْتُمْ أَنْ لَّا حُطُّوَةٌ لِّي وَلَا لِارِثٍ  
مِّنْ أَبِي وَلَا لِحِمِّ بَيْنَنَا ؟!

أَفَحَصَّكُمُ اللَّهُ بِأَيَّةٍ أَخْرَجَ مِنْهَا  
أَبِي ؟

أَمْ هَلْ تَقُولُونَ أَهْلٌ مِّلَّتَيْنِ  
لَا يَتَوَارَثَانِ ؟

نیز فرمایا:

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں  
ہدایت فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ  
دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ (۷۴)

نیز فرمایا:

اگر مرنے والا مال چھوڑ جائے، تو اسے  
چاہئے کہ والدین اور قریبی رشتہ  
داروں کے لئے مناسب طور پر وصیت  
کرے۔ (۷۵)

اس کے باوجود تمہارا خیال ہے کہ  
میرے باپ کی طرف سے میرے  
لیے نہ کوئی وقعت ہے نہ ارث اور نہ  
ہمارے درمیان کوئی رشتہ۔

کیا اللہ نے تمہارے لیے کوئی مخصوص  
آیت نازل کی ہے جس میں میرے  
والد گرامی شامل نہیں ہیں؟  
کیا تم یہ کہتے ہو کہ دو مختلف دین  
والے باہم وارث نہیں بن سکتے۔

تشریح کلمات

خطوة: عزت، منزلت۔

۷۴۔ اولاد کی میراث کے بارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس صریح ہدایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان  
کی اولاد کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔

۷۵۔ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے بارے میں ارث کے باوجود وصیت کی تاکید ہے چونکہ والدین ہر صورت  
میں وارث ہیں تو جہاں میراث کے باوجود وصیت کا حکم ہے وہاں اصل میراث سے محروم کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اَوَلَسْتُ اَنَا وَاِبْنِي مِنْ اَهْلِ مِلَّةٍ وَاِحَدَةٍ ؟  
کیا میں اور میرے والد ایک ہی دین  
سے تعلق نہیں رکھتے؟

اَمْ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِخُصُوصِ الْقُرْآنِ  
کیا میرے باپ اور میرے چچا زاد  
(علیؑ) سے زیادہ تم قرآن کے عمومی و  
خصوصی احکام کا علم رکھتے ہو۔ (۷۶)

۷۶۔ جناب سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے میراث کی چار صورتیں بتائی ہیں جن کے مطابق آپ ارث سے محروم رہ سکتی تھیں۔

پہلی صورت : یہ کہ درمیان میں کوئی رشتہ نہ ہو لا رحم بیننا۔

دوسری صورت : یہ کہ قرآنی آیت سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو کہ ان کا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔

تیسری صورت : یہ کہ اگر دونوں رشتہ دار ایک دین سے تعلق نہ رکھتے ہوں تو آپس میں وارث نہ بن سکیں گے۔ چوتھی صورت : یہ کہ میراث کے بارے میں قرآن کے عمومی حکم کی تخصیص پر کوئی دلیل موجود ہو۔

پہلی صورت سب کے لئے واضح ہے کہ جناب فاطمہ الزہراءؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ دوسری صورت بھی واضح ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دے۔

تیسری صورت بھی واضح ہے کہ (باپ اور بیٹی) دونوں ایک ہی دین (اسلام) سے تعلق رکھتے ہیں۔

چوتھی صورت یہ تھی کہ کسی خاص ارث کے بارے میں قرآن کے حکم کی عام دلیل سے تخصیص ہوگئی ہو۔

اس چوتھی صورت کے بارے میں جناب فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا یہ استدلال فرماتی ہیں کہ اگر میراث کے قرآنی حکم کی تخصیص ہوگئی ہوتی تو اس کا واحد ماخذ میرے پدر بزرگوار ہیں۔ کیا تم ان سے زیادہ جانتے ہو؟ ان کے بعد میرے ابن عم (علی ابن ابی طالبؑ) قرآنی علوم کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آیا تم ان سے بھی زیادہ جانتے ہو؟ واضح رہے کہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِينَ (سورہ شعراء آیت ۲۱۴) ”اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو تنبیہ کیجئے“ کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض عینی ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کے متعلقہ احکام بیان فرمائیں۔ یہاں نہ اللہ کا رسول اس حکم قرآنی کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ کو میراث کا حکم تعلیم نہ فرمائیں نہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؑ اپنے باپ کے حکم کی



فَدُونَكُمَا مَخْطُومَةٌ مَرْحُومَةٌ  
تَلْقَاكَ يَوْمَ حَشْرِكَ،  
فَعِصْمَةُ الْحَكَمِ اللَّهُ وَالزَّعِيمُ مُحَمَّدٌ  
وَالْمَوْعِدُ الْقِيَامَةُ، وَعِنْدَ السَّاعَةِ  
يَخْضَرُ الْمُبْطِلُونَ  
وَلَا يَنْفَعُكُمْ إِذْ تَسْتَدْمُونَ

لے جاؤ!! (میری وراثت کو) اس  
آمادہ سواری کی طرح جس کی مہار  
ہاتھ میں ہو۔ تمہارے ساتھ حشر میں  
میری ملاقات ہوگی جہاں بہترین فیصلہ  
سنانے والا اللہ ہوگا اور محمدؐ کی سرپرستی  
ہوگی اور عدالت کی وعدہ گاہ قیامت ہو  
گی، جب قیامت کی گھڑی آئے گی  
تو باطل پرست خسارہ اٹھائیں گے  
اس وقت ندامت سے کوئی فائدہ نہیں  
ملے گا،

### تشریح کلمات

مخطومه: الخطام تکیل ڈالنا۔

مرحولہ: کجاوہ باندھا ہوا آمادہ اونٹ۔

➤ نافرمانی کر سکتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے باوجود میراث کا مطالبہ کریں۔  
یہ بھی واضح رہے کہ میراث رسولؐ کے بارے میں خود مدعی کے علاوہ کوئی اور شاہد یا راوی موجود نہ تھا  
چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند  
احد من ذلك علما فقال ابو بکر  
سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله  
وسلم يقول: انا معشر الانبياء لا  
نورث ما تركناه صدقة  
(کنز العمال ج ۱۴ ص ۱۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث  
کے بارے میں اختلاف ہوا تو اس بارے  
میں کسی کے پاس کوئی علم نہ تھا صرف ابو بکر  
نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے: ہم انبیاء  
وارث نہیں بناتے جو ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ  
صدقہ ہے۔

علاوہ ازیں علامہ ابن ابی الحدید بغدادی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ نبی



پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث نہ بننے کی روایت صرف حضرت ابوبکر نے بیان کی ہے۔  
 وَ (لِكَلِّ نَبَاءٍ مُسْتَقَرٍّ وَسَوْنٍ تَعْلَمُونَ)  
 ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے  
 عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ (۷۷)  
 کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے  
 اور کس پر دائمی عذاب نازل ہونے  
 والا ہے۔ (۷۸)  
 پھر انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:  
 اے بزرگو اور ملت کے بازو  
 اور اسلام کے نگہبانو! (۷۹)  
 میرے حق میں اس حد تک تساہل،  
 مجھے میرا حق دلانے میں اتنی کوتاہی کا  
 کیا مطلب؟  
 کیا اللہ کے رسول اور میرے پدر  
 بزرگواریہ نہیں فرماتے تھے:  
 کہ شخصیت کا احترام اس کی اولاد کے  
 احترام کے ذریعے برقرار رکھا جاتا  
 ہے؟

(مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ  
 وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ  
 شَرَّمَتْ بِطَرْفِهَا نَحْوَ الْأَنْصَارِ فَقَالَتْ:  
 يَا مُعْتَرِ الْبُتَيْيَةِ وَأَعْضَادَ الْعِمْلَةِ  
 وَحَصْنَةَ الْإِسْلَامِ!  
 مَا هَذِهِ الْغَمِيزَةُ فِي حَقِّي وَالسِّنَّةُ  
 عَنْ ظِلَامَتِي؟  
 أَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَ إِلَى يَقُولُ:  
 الْمَرْءُ يُحْفَظُ فِي وَلَدِهِ

تشریح کلمات

طَرْف: نگاہ۔ البقیۃ: قوم کے بااثر افراد۔ حصنۃ: نگہبان۔  
 غمیزۃ: عقل و علم میں تساہل و کمزوری۔ سنۃ: اونگھ، کوتاہی۔

۷۸۔ سورہ زمر آیت ۴۰۔

۷۷۔ سورہ انعام آیت ۶۷۔

۷۹۔ انصار کے متعلق حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

ہم واللہ ربوا الاسلام کما یربی الفلومع غنا  
 ٹھہم بایدیہم السیاط والسنتھم السلاط  
 (نہج البلاغہ ج ۳ حکمت نمبر ۴۶۵)

سُرْعَانَ مَا أَحَدْتُمْ وَمَعْجَلَانَ

ذَا إِهْمَالَةٍ

وَلَكُمْ طَاقَةٌ بِمَا أَحَاوَلْتُمْ وَقُوَّةٌ عَلَيَّ

مَا أَطْلُبُ وَأَنْزِلُ

أَتَقُولُونَ مَاتَ مُحَمَّدٌ (ص)؟

فَخَطَبُ جَلِيلٍ اسْتَوْسَعَ وَهِيَهُ

وَاسْتَنْهَرَ فَتَقَهُ وَأَنْفَتَقَ رَتَقَهُ،

خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوشحالی سے اسلام کی اس  
 طرح تربیت کی جس طرح ایک سالہ بچھڑے کو پالا پوسا  
 جاتا ہے اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ۔  
 کس سرعت سے تم نے بدعت شروع  
 کر دی

اور کتنی جلدی اندر کی غلاظت باہر نکل  
 آئی۔

حالانکہ تم میری کوششوں میں تعاون کر  
 سکتے تھے

اور میرے مطالبے کی تائید و حمایت کر  
 سکتے تھے۔

کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ محمدؐ اس دنیا  
 میں نہیں رہے

(لہذا ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں  
 ہوتی)؟

ان کی رحلت عظیم سانحہ ہے،  
 جس کی دراڑ کشادہ ہے،

اس کا شگاف اتنا چوڑا ہے جسے بھرا  
 نہیں جاسکتا۔

تشریح کلمات

عجلان ذالہالہ: کتنی جلدی اس کی چربی نکل آئی۔

کہتے ہیں ایک شخص کا ایک لاغر بکرا تھا جس کی ناک سے برابر چھینک نکلتی رہتی تھی۔ لوگ اس سے  
 پوچھتے یہ کیا ہے؟ تو وہ جواب دیا کرتا تھا کہ یہ بکرے کی چربی ہے جو اس کی ناک سے بہہ رہی ہے۔ یہاں سے  
 یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی کہ ہر اس بات کے لیے جس میں تیزی سے تبدیلی آتی ہے۔

ازاول: المزاولۃ کوشش کرنا۔ الخطب: عظیم سانحہ۔  
 وهیه: ألوهی: شگاف۔ استنہر: وسیع ہو گیا۔  
 فتقہ: اس کا شگاف۔ رتقہ، الرتق: جوڑنا۔

أُظْلِمَتِ الْأَرْضُ لِعَيبَتِهِ  
 ان کی رحلت سے زمین پر اندھیرا چھا گیا  
 وَكُيِّفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَأُتْشِرَتِ  
 نیز سورج اور چاند کو گرہن لگ گیا،  
 النُّجُومُ لِمُصِيبَتِهِ  
 ستارے بکھر گئے،  
 وَآكَدَتِ الْأُمَالُ وَخَشَعَتِ الْجِبَالُ  
 امیدیں یاس میں بدل گئیں،  
 وَأُضْمِعَ الْحَرِيرُ وَأُزِيلَتِ الْحُرْمَةُ  
 اور پہاڑ شکست و ریخت سے دو چار ہو گئے۔  
 عِنْدَ مَمَاتِهِ ،  
 حضور کی رحلت کے موقع پر نہ تو حرم  
 رسول کو تحفظ ملا  
 اور نہ ہی حرمت رسول کا لحاظ رکھا  
 فَتَلَّكَ وَاللَّهُ النَّازِلَةُ الْكُبْرَى  
 گیا۔ (۸۰)  
 بخدا یہ بہت بڑا حادثہ تھا  
 وَالْمُصِيبَةُ الْعُظْمَى  
 اور عظیم مصیبت تھی۔

### تشریح کلمات

انتشرت: پراکندہ ہوئی، پھیل گئی۔  
 اکدت: کسی چیز کو ہاتھ سے چھینا۔

۸۰۔ تم بالائے تم یہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے گھر کو آگ لگانے کی جسارت کی گئی کہ جس دروازے پر پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز صبح آیت تطہیر تلاوت فرمایا کرتے تھے چنانچہ مہاجرین کی چند شخصیات جو حضرت ابو بکر کی بیعت سے راضی نہ تھے وہ حضرت علیؑ کے ہاں حضرت فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہو گئے (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۶ طبع بیروت، تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۶۴ طبع مصر) حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ جا کر انہیں حضرت فاطمہ کے گھر سے نکالیں۔ اور ان سے کہا کہ اگر وہ نہ نکلیں تو گھر کو جلا دو، وہ آگ لے کر دروازہ زہراء پر

پہنچ گئے کہ گھر کو آگ لگا دیں۔ تو گھر سے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: کیا تو ہمارا گھر جلانے آیا ہے؟ کہا: ہاں! مگر یہ کہ آپ لوگ بھی داخل ہو جائیں، جس میں امت داخل ہو گئی ہے۔ (انساب الاشراف ج ۱ ص ۵۸۶ طبع بیروت، کنز العمال ج ۱ ص ۵۸۶، ج ۳ ص ۱۴۰ طبع دکن، العقد الفرید ج ۲ ص ۶۴ طبع قاہرہ)۔ <

لَا مِثْلَهَا نَزَلَتْ وَلَا بَائِقَةٌ عَاجِلَةٌ  
نہ اس جیسا کوئی دل خراش واقعہ کبھی  
پیش آیا نہ اتنی بڑی مصیبت واقع  
ہوئی۔ (۸۱)

### تشریح کلمات

بائقة: مصیبت ۔

⇒ امام بلاذری کی مشہور کتاب انساب الاشراف میں یہی واقعہ ان الفاظ میں آیا ہوا ہے:

فتلقتہ فاطمة علی الباب فقالت  
فاطمہ: یا ابن الخطاب اتراک  
محرقا علی بابی؟ قال: نعم

تاریخ یعقوبی میں یہ واقعہ ان لفظوں میں بیان ہوا ہے:

فاتوا جماعة هجموا علی الدار  
و کسر سیفہ۔ ای سیف علی  
و دخلوا الدار (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۶)

امام ابو بکر جوہری اپنی پیش بہا تصنیف ”السقیفة وفدک“ میں یوں رقم طراز ہیں:

وخرجت فاطمة تبکی وتصیح  
فنهنت من الناس (السقیفة وفدک صفحہ  
۸۸، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴ طبع  
مطالہ کیا۔

(مصر)

حضرت ابو بکر نے اپنی وفات سے تھوڑا پہلے اس سانحہ پر اظہارِ ندامت کیا تھا خود ان کے الفاظ یہ

ہیں:

کاش کہ میں نے فاطمہ کے گھر پر حملہ نہ کیا  
ہوتا اگرچہ وہ جنگ کے لئے ہی جمع ہو گئے  
ہوتے۔

وَدَدْتُ اَنِي لَمْ اَكْشِفْ بَيْتَ فَاطِمَةَ  
عَنْ شَيْءٍ وَاِنْ كَانُوا قَدْ اَغْلَقُوهُ عَلَيَّ  
الْحَرْبِ (تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۱۹، طبع  
مصر تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ صفحہ ۲۰۱ قاہرہ،  
کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۳۵ طبع دکن)  
۸۱۔ یہ جملہ حرم رسول کی اہانت سے متعلق ہیں۔

اللہ کی کتاب نے تو اس کا پہلے اعلان  
کر دیا ہے (۸۲)  
جسے تم اپنے گھروں میں بلند اور دھیمی  
آواز میں خوش الحانی کے ساتھ تلاوت  
کرتے ہو

اَعْلَنْتُمْ بِهَا كِتَابَ اللَّهِ حَلًّا مِّنَّا فِي  
اَفْنِيَّتِكُمْ هَتَافًا وَمِرَاحًا وَتِلَاوَةً وَلِحَانًا  
وَلَقَبْلَهُ مَا حَلَّ بِاَنْبِيَاءِ اللَّهِ وَرُسُلِهِ،  
حُكْمٌ فَصْلٌ وَقَضَاءٌ حَكْمٌ

ایسا اعلان جس سے سابقہ انبیا و رسل  
کو دوچار ہونا پڑا ہے جو ایک حتمی فیصلہ  
اور قطعی حکم ہے (۸۳) (وہ اعلان یہ ہے)

### تشریح کلمات

افنیئتکم: جمع فناء المنزل۔ گھر کے آس پاس۔

۸۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد لوگوں کے اٹے پاؤں پھر جانے سے  
متعلق قرآن مجید کی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے۔

۸۳۔ یعنی یہ ایک حتمی اور قطعی واقعہ ہے کہ ہر امت اپنے رسول کی وفات کے بعد اٹے پاؤں پھر گئی جیسا کہ  
سورۃ مریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر کے بعد فرمایا:

اولئک الذین انعم اللہ علیہم من  
النبین من ذریۃ آدم وممن حملنا مع  
نوح ومن ذریۃ ابرہیم واسرائیل و  
ممن ہدینا واجتبینا اذا تتلی علیہم  
آیات الرحمن خروا سجدا وبکیا ﴿۵۸﴾  
فخلف من بعد ہم خلف اضاعوا  
الصلوۃ و اتبعوا الشهوات فسوف  
یلقون غیا ﴿۵۹﴾ (سورہ مریم ۵۸-۵۹)

یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ اولاد آدم  
میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے  
ساتھ کشتی میں اٹھایا۔ اور ابراہیم و اسرائیل کی اولاد  
میں سے۔ اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے  
ہدایت دی اور برگزیدہ کیا، جب ان پر رحمن کی  
آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روتے ہوئے  
سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسے  
ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع  
کیا اور خواہشات کی پیروی کی پس وہ عنقریب ہلاکت  
سے دوچار ہوں گے۔

مندرجہ بالا آیت میں تمام انبیاء علیہم السلام کا اجمالی ذکر آیا ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام تین سلسلوں میں  
آئے ہیں۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ۔ ان کے ساتھ دیگر برگزیدہ ہستیوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

(وَمَا مَكَّدُ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ  
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ  
أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ  
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ  
يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ  
يَصُرَ اللَّهُ سَئِئًا  
وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ)

اور محمدؐ تو بس رسول ہیں ان سے پہلے  
اور بھی رسول گذر چکے ہیں بھلا اگر یہ  
وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو  
کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو  
الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی  
نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ شکر  
گزاروں کو عنقریب جزا دے گا۔ (۸۴)

⇒ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے اس جامع ذکر کے بعد یوں استثنا فرما دیا کہ ان کے بعد ناخلف  
لوگ ان کے جانشین ہوئے۔

۸۴۔ اِنْقَلَبْ □ منقلب ہونا الٹے پاؤں پھر جانا کے معنوں میں آتا ہے جس سے مرتد ہونا مراد لیا جاتا ہے  
جیسا کہ تحویل قبلہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب  
على عقبه { (سورۃ بقرہ آیت ۱۴۳)  
تاکہ پہچان لے کہ رسول کے اتباع کرنے  
والے کون ہیں اور مرتد ہونے والے کون ہیں۔  
دوسری جگہ فرمایا:

یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کی  
کفر و ایردو کم علی اعقابکم اطاعت کی تو وہ تم کو الٹا پھیر دیں گے (مرتد  
(آل عمران/۱۳۹) بنا دیں گے)

شیخ رشید رضا مصری نے اس آیہ مجیدہ کے ذیل میں حافظ ابن قیم الجوزیہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے  
کہ: یہ آیت رسول اللہ کی وفات سے پہلے تمہیداً نازل ہوئی ہے اور اس آیت کے ذریعہ جن لوگوں کی تنبیہ کی گئی  
تھی وہ وفات رسول کے موقع پر ظاہر ہوا چنانچہ جس نے مرتد ہونا تھا وہ الٹے پاؤں پھر کر مرتد ہو گیا اور سچے لوگ  
اپنے دین پر قائم رہے۔ (تفسیر المنارج ۴ ص ۱۶۰ طبع مصر)

### بعض کا الٹے پاؤں پھر جانا

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے خطبے میں مہاجرین کے بارے میں فرمایا کہ ”تم اللہ تعالیٰ کے بندے ہو  
اس کے امر و نہی میں مخاطب تم ہو اور اللہ کے دین اور وحی کے تم ذمے دار ہو تم اپنے نفسوں پر امین ہو۔ دیگر اقوام  
کے لئے مبلغ بھی تم ہو۔“

اور انصار کے بارے میں فرمایا:

”تم ملت کے بازو ہو اسلام کے نگہبان ہو۔ خیر و صلاح میں تم معروف ہو، جنگیں تم نے لڑی ہیں“  
لیکن افسوس جناب سیدہ آج مہاجرین و انصار دونوں سے نالاں ہیں۔ یہاں آپ کو عہد رسول اور بعد از رسول  
ایک نمایاں فرق نظر آئے گا جو مہاجرین و انصار زمانہ رسول میں ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے مگر آج پیغمبر  
کی لخت جگر جناب سیدۃ نسآء العالمین ان سے نالاں ہیں۔ دراصل مسئلہ ”بعدی“ کا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث میں آیا ہے کہ آپ نے بعض صحابہ سے خطاب  
کر کے فرمایا: ما تحدثون بعدی میرے بعد کیا کچھ بدعتیں پیدا کرنے والے ہو۔ حضرت رسول اللہ سے کہا  
جائے گا لا تدری ما احدثوا بعدک۔ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔  
چنانچہ حدیث حوض میں موجود ہے کہ قیامت کے دن حوض کوثر سے بعض لوگوں کو دور کیا جائے گا تو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے یہ تو میرے اصحاب ہیں! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی: لا تدری ما  
احدثوا بعدک آپ کو کیا معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا ہے۔ (۱) صحیح بخاری باب الحوض ج ۱ ص ۵۷۰ طبع  
میرٹھ، صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۹ طبع نول کشور سنن ترمذی ابواب القیامۃ ج ۲ ص ۳۰۶ طبع دیوبند، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۱ طبع دہلی

امام مالک نے موطا میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں خطاب کر کے صراحت کے ساتھ یہی مطلب

بیان فرمایا ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال  
لشهداء احد: هؤلاء اشهد علیہم  
فقال ابوبکر الصديق السنا یا  
رسول اللہ اخوانہم اسلمنا کما  
اسلموا وجاہدنا کما جاہدوا  
فقال رسول اللہ: بلی، ولكن لا  
ادری ما تحدثون بعدی فبکی  
ابوبکر ثم بکی قال اننا لکائنون  
بعدک۔ (موطا امام مالک کتاب الجہاد  
ص ۲۸۵ طبع دیوبند) (تنویر الحواکک شرح موطا  
امام مالک ج ۱ ص ۳۰۷ طبع قاہرہ)

أَيُّهَا بَنِي قَيْلَةَ أُمُصَمُّ تُرَاثُ أَيْ؟

وَأَسْتَعُ بِمَرَأَى مِنِّي وَمَسْمَعٍ

وَمُنْتَدَى وَمَجْمَعٍ ،

تَلَبَّسْكُمْ الدَّعْوَةُ وَتَشْمَلُكُمْ الْخُبْرَةُ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
شہداء احد کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں  
کے متعلق میں گواہی دوں گا (کہ ان کا ایمان  
صحیح تھا) ابوبکر صدیق نے کہا: یا رسول اللہ  
کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ ہم بھی اسلام  
لے آئے ہیں جس طرح یہ اسلام لائے ہیں  
اور ہم نے بھی جہاد کیا ہے جس طرح  
انہوں نے جہاد کیا۔ رسول اللہ نے فرمایا:  
ہاں! لیکن مجھے کیا معلوم تم میرے بعد کیا  
کچھ کرو گے۔ اس پر ابوبکر رو پڑے اور کہا:  
کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہ جائیں گے۔“  
تم سے بعید تھا اے قیلہ کے  
فرزندو (۸۵)

(کہ) میرے باپ کی میراث مجھ  
سے چھینی جائے اور تم سامنے کھڑے  
دیکھ رہے ہو، میری آنکھوں کے  
سامنے بھرے مجموعوں اور محفلوں کے  
سامنے میری دعوت تم تک پہنچ چکی ہے  
میرے حالات سے تم آگاہ ہو

تشریح کلمات

منتدی: محفل۔ الجنة: ڈھال۔

آیہا، اسم فعل: ہیہات دور ہونا۔

علامہ جلال الدین سیوطی درج بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:



”هؤلاء اشهد عليهم“ ای اشهد  
 لهم بالايمان الصحيح  
 والسلامة من الذنوب الموبقات  
 ومن التبديل والتغيير والمنافسته  
 ونحو ذلك۔  
 نبی اکرم نے جو فرمایا میں ان شہداء کے متعلق  
 گواہی دوں گا یعنی: ان کا ایمان صحیح تھا اور  
 بڑے مہلک گناہوں سے محفوظ تھے اور کسی  
 تبدیلی و تغیر اور دنیا کے لالچ سے بھی محفوظ  
 تھے۔ (وفاء الوفاء ج ۳ صفحہ ۹۳۱ طبع بیروت)

علامہ سہودی نے بھی اس واقعہ کو بعنوان شهادة الرسول لشهداء احد کے ذیل میں لکھا ہے:  
 ثم وقف رسول الله موقفاً آخر فقال  
 هؤلاء اصحابي الذين اشهد لهم  
 يوم القيمة فقال ابو بكر: فما نحن  
 باصحابك فقال بلى ولكن لا  
 ادرى كيف تكونون بعدى انهم  
 خرجوا من الدنيا خماصاً  
 پھر رسول اللہ دوسری جگہ (لاشوں کے پاس)  
 کھڑے ہوئے اور فرمایا یہ میرے وہ اصحاب  
 ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن گواہی  
 دوں گا۔ پس ابوبکر نے کہا: کیا ہم آپ کے  
 اصحاب نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں! لیکن  
 میں نہیں جانتا میرے بعد تمہارا کردار کیسے ہو  
 گا۔ یہ لوگ دنیا سے خالی شکم گئے ہیں۔

۸۵۔ قبيلة: قبیلہ اوس اور خزرج کا سلسلہ نسب جس نامدار خاتون تک پہنچتا ہے اس کا نام قبیلہ تھا۔



اور تم تعداد و استعداد سامان حرب اور  
قوت میں کمزور نہیں ہو، تمہارے پاس  
کافی اسلحہ اور دفاعی سامان موجود ہے  
میری پکار تم تک پہنچ رہی ہے اور چپ  
سادھے ہوئے ہو۔

میری فریاد تم سن رہے ہو اور فریاد رسی  
نہیں کرتے ہو حالانکہ بہادری میں  
تمہاری شہرت ہے  
اور خیر و صلاح میں تم معروف ہو  
تم وہ برگزیدہ لوگ ہو  
جو ہم اہل البیت کے لئے پسندیدہ  
لوگوں میں شمار ہوتے ہو۔

عربوں کے خلاف جنگ تم نے لڑی  
اذیت اور سختیاں تم نے برداشت کیں  
دیگر اقوام کے ساتھ نبرد آزما تم ہوئے  
جنگجوؤں کا مقابلہ تم نے کیا (۸۶)

وَأَسْتَمِرُّوْا الْعَدُوَّ وَالْعُدَّةَ وَالْأَدَاةَ  
وَالْقُوَّةَ وَعِنْدَكُمْ السِّلَاحُ وَالْجُنَّةُ  
تَوَافِقُكُمْ الدَّعْوَةُ فَلَا تُحْيِيُونَ  
وَتَأْتِيَكُمْ الْمَرْحَةُ فَلَا تُخَيُّوْنَ  
وَأَسْتَمِرُّ مَوْصُوفُونَ بِالْكِتَاجِ ،  
مَعْرُوفُونَ بِالْخَيْرِ وَالصَّلَاحِ ،  
وَالنُّخْبَةُ الَّتِي اسْتَحَبَّتْ وَالْخَيْرَةُ الَّتِي  
اخْتِيَرْتُ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ ،  
فَاتَلْتُمُ الْعَرَبَ وَتَحَمَلْتُمُ الْكَدَّ وَالْتَنَبَّ  
وَنَاطَحْتُمُ الْأُمَمَ وَكَافَحْتُمُ الْبُهَمَ ،

### تشریح کلمات

کفاح: ڈھال اور زرہ کے بغیر لڑنا۔

النخبة: چیدہ لوگ۔

ناطحتم: ایک دوسرے کو سینگ مارا۔

۸۶۔ زرارہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

فرزدان قیلہ (انصار) کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی تلواریں اٹھائی جاسکی اور  
نماز اور جنگ میں صفیں باندھی گئی اور علناً اذان دی گئی اور یا ایہا الذین امنوا پر  
مشتمل آیتیں نازل ہونا شروع ہو گئی۔ بحار الانوار ۲۲: ۳۱۲۔

لَا تَبْرِجْ أَوْ تَبْرَحُونَ نَأْمُرُكُمْ فَتَأْتِمُرُونَ  
 حَتَّىٰ إِذَا دَارَتْ يُنَارِيهِ الْإِسْلَامُ  
 وَدَخَلَ الْآيَامُ  
 وَخَضَعَتْ نَعْرَةُ الشُّرُكِ وَسَكَتَتْ  
 فَوْرَةُ الْإِفْكِ  
 وَخَمِدَتْ نِيرَانُ الْكُفْرِ وَهَدَأَتْ  
 دَعْوَةُ الْهَرَجِ ،  
 وَاسْتَوْسَقَ نِظَامُ الدِّينِ  
 فَأَتَىٰ حَرْبُهُمُ بَعْدَ الْبَيَانِ وَأَسْرَرْتُمْ  
 بَعْدَ الْإِعْلَانِ  
 وَنَكَمْتُمْ بَعْدَ الْإِقْدَامِ وَأَشْرَكْتُمْ  
 بَعْدَ الْإِيْحَانِ ؟

تم ہمیشہ ہمارے ساتھ اور ہم تمہارے  
 ساتھ رہے  
 اور تم نے ہمارے احکام کی تعمیل کی  
 یہاں تک جب ہمارے ذریعے اسلام  
 اپنے محور میں گھومنے لگا اور زمانے کی  
 برکتیں فرواں ہو گئیں۔  
 شرک کا نعرہ دب گیا  
 جھوٹ کا زور ٹوٹا  
 کفر کی آگ بجھی  
 فتنے کی آواز دب گئی  
 اور دین کا نظام مستحکم ہو گیا  
 تو اب حقیقت واضح ہونے کے بعد  
 متحیر کیوں ہو  
 (حقیقت) آشکار ہونے کے بعد پردہ  
 کیوں ڈالتے ہو  
 پیش قدمی کے بعد پیچھے کیوں ہٹ  
 رہے ہو ایمان کے بعد شرک کے  
 مرتکب کیوں ہو رہے ہو؟

## تشریح کلمات

|                                   |                          |
|-----------------------------------|--------------------------|
| دری: فراواں ہونا۔                 | رحی: چکی۔                |
| النعرۃ: تکبر۔ ناک کا اندرونی حصہ۔ | حلب: دودھ دوہنا۔         |
| الافک: جھوٹ۔                      | فورۃ: پھوٹنا۔ جوش مارنا۔ |
| هدأت: ساکن ہونا ٹھہرنا۔           | خمدت: خاموش ہو گئی۔      |
|                                   | استوسق: منظم حاصل ہوا۔   |

(الْأَتَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا

إِيمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ

وَهُمْ بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ

وَهُمْ بَدَعُوا كُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

أَتَخْشَوْنَهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ أَهَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ)

أَلَا وَقَدْ أَرَى أَنْ قَدْ أَخْلَدْتُمْ

إِلَى الْخَفَضِ

وَأَبْعَدْتُمْ مَنْ هُوَ أَحَقُّ بِالْبَسْطِ وَالْقَبْضِ

وَحَلَوْتُمْ بِالِدَّعَةِ وَتَجَوَّسْتُمْ

مِنَ الصِّتْقِ بِالسَّعَةِ

کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جو  
اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑتے ہیں  
اور جنہوں نے رسول کو نکالنے کا ارادہ  
کیا تھا؟

انہی لوگوں نے تم سے زیادتی میں پہل  
کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟

اگر تم مؤمن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ  
حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ (۸۷)

اچھا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم راحت  
طلب ہو گئے ہو

اور جو شخص معاملات کے حل و عقد یعنی  
امور مملکت چلانے کا زیادہ حقدار تھا

اسے تم نے نظر انداز کر دیا،

تم نے اپنے لیے کنج عافیت تلاش کر لیا اور تنگ  
دستی سے نکل کر تو نگری حاصل کر لی (۸۸)

تشریح کلمات

نکثوا: نکٹ عہد توڑنا۔

الخفض: آسائش زندگی۔

الدعة: راحت کی زندگی۔

السعة: تو نگری۔

۸۷۔ سورہ توبہ/ ۱۳۔

۸۸۔ اسلامی تاریخ میں کچھ حضرات کی دولت کا ذکر آیا ہے سب کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ  
صرف ایک اشارہ کیا جاتا ہے کہ ایک انصاری نے ترکہ میں جو سونا چھوڑا تھا اس کو کلبھاڑے سے کاٹ کر وارثوں  
میں تقسیم کیا گیا۔

تم نے ایمان کی جو باتیں یاد کی تھیں  
انہیں ہوا میں بکھیر دیا اور جس طعام کو  
گوارا سمجھ کر نگل لیا تھا اسے نکال  
پھینکا۔ (۸۹)

اگر تم اور زمین میں بسنے والے سب  
کفرانِ نعمت کریں تو بھی اللہ بے نیاز  
اور لائقِ حمد ہے

سنو! جو کچھ میں نے کہا وہ اس علم کی  
بنیاد پر کہا جو مجھے حاصل تھا  
اس بے وفائی پر جو تمہارے اندر رنج  
بس گئی ہے۔

اس عہد شکنی پر جسے تمہارے دلوں نے  
اپنا شعار بنا لیا ہے۔  
میری یہ گفتگو سوزشِ جان تھی اور غیض  
و غضب کا اظہار تھا۔

فَمَجَبَّكُمْ مَا وَعَيْتُمْ وَدَسَعْتُمُ الَّذِي

تَسَوَّغْتُمْ (فَإِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَفِيْرٌ عَمِيدٌ)

الْأَوْقَدْ قُلْتُ مَا قُلْتُ عَلَى مَعْرِفَةٍ مِنِّي

بِالْخَذْلَةِ الَّتِي خَامَرْتَكُمْ

وَالْعَذْرَةَ الَّتِي اسْتَفْعَرْتَهَا قُلُوبُكُمْ

وَلَكِنَّهَا فَيَضَةُ النَّفْسِ وَنَفْثَةُ الْغَيْظِ

### تشریح کلمات

مجبجتم: المچ۔ نکال پھینکنا۔ وعیتم: الوعی حفظ کرنا۔

دسعتم: الدسع: منہ بھر کے قے کرنا۔ تسوغتم، ساغ: آسانی سے گلے سے اتارنا۔

خامرتکم: خامر کسی چیز کا اندر تک اترنا۔ الخذلة: الحذلان: مدد چھوڑنا۔

نفثة: نفث: جوش کے ساتھ خارج ہونا۔

۸۹۔ یعنی جس طرح طعام انسانی بدن کا جزو بن کر جسم میں زندگی کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے اسی طرح اسلامی تعلیمات کو بھی اپنا کر انسان اپنے لیے ارتقا و افتخار حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر طعام کھانے کے بعد جزو بدن بننے سے پہلے قے کیا جائے تو ایسے طعام کے کھانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس طرح اسلام کی جن تعلیمات کو تم نے حاصل کیا تھا اس پر عمل نہ کرنے سے وہ جزو ایمان نہ بن سکے۔

وَحَوْرُ الْقَنَاةِ وَبَيْتَةُ الْمَدْرِ

اور غم و غصہ کی آگ تھی جو بھڑک اٹھی  
اعضاء و جوارح کا ساتھ چھوڑ دینے کی  
نقاہت تھی۔

وَتَقْدِيمَةُ الْحُجَّةِ -

سینے کا درد و الم تھا اور حجت تمام کرنا  
چاہتی تھی  
اقتدار کے اونٹ کو سنبھالو اس پر پالان  
کس لو

فَدُّوْكُمْ مَّا فَاحْتَقِبُوْهُمَا

مگر یاد رکھو کہ اس کی پیٹھ مجروح اور  
پاؤں کمزور ہیں۔ دائمی عار و ننگ اس  
کے ساتھ ہے۔ (۹۰)

دَبْرَةَ الظُّهْرِ، نَقْبَةُ الْخَيْتِ، بِأَقْيَةِ الْعَارِ،

اور یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی نشانی ہو  
گی اور ساتھ ابدی عار و ننگ ہوگا۔

مَوْسُومَةً بِغَضَبِ الْجَبَّارِ وَشَنَارِ الْأَبَدِ،

یہ اس آتش سے وابستہ ہے جو اللہ نے  
بھڑکائی ہے جس کی تپش دلوں تک  
پہنچتی ہے۔

مَوْسُومَةً بِشَارِ اللَّهِ الْمُوقَدَةِ النَّارِ

تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ،

تشریح کلمات

القناة: نیزہ۔

خور: کمزور ہونا ٹوٹنا۔

فاحتقبوها: احقبہ: پیچھے سوار کرنا۔ کجاوہ یا پالان کے پیچھے باندھنا۔

نقبة: اونٹ کا گھسے ہوئے کھر والا ہونا۔

دبرۃ: اونٹ کی پیٹھ کا زخمی ہونا۔

الموقدة: بھڑکی ہوئی آگ۔

سنار: عار۔ بے عزتی۔

الافئدة: فواد کی جمع دل۔

۹۰۔ یعنی: اس کی پیٹھ مجروح ہے اس پر سوار ہونے والا اس زخم کی پیپ سے ملوث ہو سکتا ہے اور پیر کمزور ہے  
کہ یہ منزل تک نہ پہنچا سکے گا۔ چنانچہ کتب اہل سنت میں یہ حدیث موجود ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی  
اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔

فَبِعَيْنِ اللَّهِ مَا تَفْعَلُونَ

(وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ

يَنْقَلِبُونَ)

وَ أَنَا ابْنُ نَذِيرٍ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ

عَذَابٍ شَدِيدٍ

فَاعْمَلُوا إِنَّا عَامِلُونَ وَانْتَظِرُوا

إِنَّا مُنْتَظِرُونَ۔

تمہارا یہ سلوک اللہ کے سامنے ہے  
ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا  
کہ وہ کس انجام کو پلٹ کر جائیں گے  
اور میں اس کی بیٹی ہوں جو تمہیں شدید  
عذاب کی آمد سے پہلے تنبیہ کرنے والا  
ہے۔

تم نے جو کرنا ہے وہ کر لو ہم بھی اپنا  
عمل انجام دیں گے  
تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کریں  
گے۔





## خواتین سے خطاب

کیف اصبحت من علتک یا ابنۃ رسول اللہ حمدت اللہ وصلمت علی ایہا فہم قالت:

خواتین مدینہ نے کہا: اے دختر رسول! آپ کی علالت کا کیا حال ہے؟ حمد خدا اور اپنے پدر بزرگوار پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

أَصْبَحْتُ وَاللَّهِ عَائِفَةً لِدُنْيَا كُنْتُ قَالِيَةً لِرِجَالِكُنْ،

میں نے اس حال میں صبح کی کہ تمہاری اس دنیا سے بیزار ہوں اور تمہارے مردوں سے متنفر ہوں

لَفَظْتُ لَهُمْ بَعْدَ أَنْ عَجَمْتُهُمْ دِيَا مَتَحَانُ كَعْدَ مَحْمِيْ اِنْ سَعِ نَفَرْتِ هُوَ كُنْ.

جانچنے کے بعد میں نے انہیں دھتکار دیا امتحان کے بعد مجھے ان سے نفرت ہو گئی۔

## تشریح کلمات

قالية: عداوت دشمنی۔

لفظتہم: لفظ دور پھینکا۔

عجمتہم: عجم الشیء کسی چیز کا امتحان کرنا۔

شنئت: میں نے دشمنی کی۔



سبرت: میں نے تجربہ کیا۔

فَتُبْحَالُ فُلُولِ الْحَدِّ وَاللَّعِبِ بَعْدَ الْجِدِّ  
وَقَرْعِ الصَّفَاةِ وَصَدْعِ الْقَنَاةِ  
وَحَطْلِ الْأَذَاءِ وَذَلَلِ الْأَهْوَاءِ:  
وَلَيْسَ مَا قَدَّمْتُ  
لَهُمْ أَنْفُسَهُمْ أَنْ سَخَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ  
وَفِي الْعَذَابِ مُمَحْضًا لِدُونِ۔

کس قدر زشت ہے دھاروں کی  
کندکاری (۹۱) اور کتنی بری لگتی ہے  
سنجیدگی کے بعد بازی گری، (۹۲)  
اور بے سود سنگ کوبی (۹۳)، اور نیزوں  
کی شکستگی، (۹۴)  
اور کتنا قبیح ہے نظریات کا انحراف  
اور کتنی بری ہیں خواہشات کی لغزشیں،  
اور انہوں نے اپنے لئے جو کچھ آگے  
بھیجا ہے وہ نہایت برا ہے جس سے  
اللہ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ  
عذاب میں رہیں گے۔ (۹۴)

تشریح کلمات

فلول: الفل تلوار کی دھار میں ٹوٹ یا داندانہ۔

الحد: دھار۔ القرع بھٹکھٹانا۔

الصفاء: جمع صفا: پتھر۔

صدع: شگاف۔

حطل: غلطی کرنا۔

۹۱۔ تلوار بنائی جاتی ہے کاٹنے کے لیے اگر اس میں کنڈی آجائے اور کاٹنے کا کام نہ کر سکے تو کتنی بری بات ہے  
اسی طرح حق کا ساتھ دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری تربیت کی تھی آج حق کو چھوڑنا کتنی  
بری بات ہے۔

۹۲۔ تم ایک زمانے میں پوری سنجیدگی سے حق کا دفاع کیا کرتے تھے آج غیر سنجیدہ ہو گئے ہو۔ اگر تم حق کے  
معاملات میں شروع سے غیر سنجیدہ ہوتے تو مقام تعجب نہ تھا۔ سنجیدگی کے بعد یہ انقلاب باعث تعجب ہے۔  
۹۳۔ مضبوط چٹان پر تلوار مارنے کی طرح غیر موثر اقدام کرتے ہو۔  
۹۴۔ یعنی تم شکستہ نیزوں کی طرح کارآمد نہیں رہے ہو۔

اب ناچار میں نے (فدک کی) رسی  
انہی کی گردن میں ڈال دی (۹۵)

اور اس کا بوجھ بھی انہی کی پشت پر لا دیا

اور انہیں اس کے حملوں کی زد میں قرار دے دیا (۹۶)

کٹ جائیں ان کی سواری کی ناک اور  
کوچیں دور ہو رحمت سے یہ ظالم قوم۔  
افسوس ہوان پر، یہ لوگ (خلافت کو) کس  
طرف ہٹا کر لے گئے

رسالت کی محکم اساس سے، (۹۷)  
نبوت و قیادت کی مضبوط بنیادوں سے،  
نزول جبرائیل کے مقام سے،  
دین و دنیا کے امور کی عقدہ کشائی کے  
لئے لائق ترین ہستی سے،  
آگاہ رہو یہ ایک واضح نقصان ہے۔

لَا جَرَمَ لَكَ قُلْدٌ قُلْدُهُمْ رَبَّقَتَهَا

وَحَمَلَتْهُمْ أَوْقَتَهَا وَسَنَنْتُ عَلَيْهِمْ

عَادَاتِهَا،

فَجَدُّعًا وَعَمْرًا وَبُعْدُ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ.

وَيَحْتَمُّمُ أَفَى زَعْرَهُمُهَا عَنُ

رَوَاسِي الرِّمَالَةِ وَقَوَاعِدِ النُّبُوَّةِ

وَالذَّلَالَةِ وَمَهْلِكِ الرُّوحِ الْأَمِينِ

وَالطَّبِيبِ بِأُمُورِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؟

أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانِ الْمُبِينِ!

### تشریح کلمات

قلات: قلد گردن میں لٹکانا۔ ربقة: رسی میں پڑا ہوا پھندہ۔ اوقتہا: اوق، بوجھ۔  
سننت: شنس الغارة چاروں طرف سے لوٹ ڈالنا۔ جدع: ناک یا ہونٹ کاٹنا۔ عقراً: کوچیں کاٹنا۔  
زعزع: زور سے ہلانا۔ رواسی: مضبوط پہاڑ۔ الطبین: لائق ترین۔

۹۵۔ فدک یا خلافت کی رسی کو لوگوں کی گردن میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کی پوری ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہو گئی ہے۔ اب اس سے برآمد ہونے والے نتائج کے وہ خود جوابدہ ہوں گے۔  
۹۶۔ خلافت کو جس سلسلہ میں رکھا گیا ہے اس کے نتیجے میں امت اسلامیہ میں ہونے والی قتل و غارت گری کی ذمہ داری کی زد میں خود یہ لوگ بھی آئیں گے۔

۹۷۔ خلافت چونکہ پیغمبر کی جانشینی کا نام ہے لہذا خلافت رسالت کا ہی تسلسل ہے اور خلافت کا اساس نبوت ﷺ

وَمَا الَّذِي نَقَمُوا مِنْ إِلَى الْحَسَنِ؟  
ابو الحسن سے ان کو کس بات کا انتقام لینا تھا؟ (۹۸)

نَقَمُوا مِنْهُ وَاللَّهُ نَكِيرٌ سَيفِهِ وَقِيلَ  
قسم بخدا انہوں انتقام لیا ان کی باطل شکن تلوار کا، (۹۹) اور راہ خدا میں اپنی

مَبَالِغَتِهِمْ لِحَقِّهِمْ وَشِدَّةَ طَوَاتِهِ  
جان سے بی پرواہی کا، (۱۰۰)  
اور ان کی شدید استقامت کا،  
اور دشمن پر ان کی کاری ضرب کا،  
وَنَكَالَ وَقَتَّتِهِمْ وَتَنَمَّرَهُ فِي ذَاتِ اللَّهِ.  
اور راہ خدا میں ان کی شجاعت کا، (۱۰۱)

### تشریح کلمات

نَقَمُوا۔ نَقَمَ □: بدلہ لیا۔ نکیر: دگرگونی، امر نکیر، سخت کام۔ حتف: موت۔ وطأة: استقامت کی جگہ،  
قدم کی  
جگہ۔ نکال: عبرتناک سزا۔ وقعتہ: الوقع: ضرب۔ تنمر: شجاعت میں چیتے کی طرح ہونا۔

ﷺ اور اسلامی قیادت ہے اور اسلامی قیادت اور نبوت مقام نزول وحی سے ہے۔ اس لیے خلافت کا ربط نزول وحی یعنی نص صریح سے ہوتا ہے۔

۹۸۔ طرز کلام اس آیت کی طرح ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ  
ان لوگوں نے اہل ایمان سے صرف اس  
بات کا انتقام لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے  
العزیز الحمید (سورہ بروج ۸)  
تھے جو غالب آنے والا قابل ستائش ہے۔

۹۹۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کی باطل شکن تلوار کی خدمات کا صلہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ دیتے ہیں تو ایک ضربت جن و انس کی عبادت سے افضل قرار پاتی ہے۔ مگر افسوس اس امر پر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کو یہ صلہ ملا کہ ان کے گھر پر حملہ کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا آگ اور لکڑیاں لے کر اس مقدس گھر کو جلانے کے درپے ہو گئے

۱۰۰۔ چنانچہ خود حضرت علیؑ فرماتے تھے:-

واللہ لا بن ابی طالب انس بالموت  
من الطفل بشدی امہ

۱۰۱۔ حضرت علی علیہ السلام کی اپنی زبانی سنئے: ﴿

وَتَاللّٰهِ لَوْ مَالُوا عَنِ الْمَحَجَّةِ الْاَيْحَةِ

وَرَاوَعْنَ قَبُولِ الْحُجَّةِ الْوَاضِحَةِ

لَرَدَّهُمْ اِلَيْهَا وَحَمَلَهُمْ عَلَيْهَا

وَلَسَارِبَهُمْ سَيْرًا

سُجْحًا لَا يَكْلُمُ خَشَاشَةً وَلَا يَكِلُ

سَائِرُهُ وَلَا يَمَلُّ رَاكِبُهُ ،

قسم بخدا! ابو طالب کا بیٹا موت سے ایسا مانوس ہے  
جیسا بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے مانوس ہوتا ہے۔

قسم بخدا اگر لوگ راہ راست سے  
منحرف ہو جاتے

اور اللہ کی واضح حجت کو قبول کرنے  
سے منہ پھیر لیتے

تو (ابو الحسن) انہیں پھر سے راہ حق پر  
لے آتے

اور انہیں راہ راست پر چلا لیتے  
اور انہیں سبک رفتاری کیساتھ (سوئے  
منزل) لے جاتے ،

نہ سواری کی نکیل ٹوٹی ، نہ مسافر کو تھکن  
محسوس ہوتی

اور نہ سوار ہونے والے کو خستگی کا  
احساس ہوتا ،

تشریح کلمات

سجحا: سجع خلقہ: نرم اخلاق ہونا۔

خشاشہ: اونٹ کی ناک میں ڈالنے کی لکڑی۔

اللائحة: واضح۔

یکلم: الکلم: زخمی کرنا۔

یکل: کل □ □ : خستہ ہونا۔

المحجة: راستہ۔



فَقَمْتُ بِالْأَمْرِ حِينَ فَشَلُوا  
وَتَطَلَعْتُ حِينَ تَقْبَعُوا وَنَطَقْتُ حِينَ  
تَعْتَعُوا وَوَضَعْتُ بِنُورِ اللَّهِ حِينَ  
وَقَفُوا وَكُنْتُ أَخْفِضُهُمْ صَوْتًا  
وَأَعْلَاهُمْ فَوْتًا

(نَجِّ الْبَلَاغَةِ خطبہ نمبر ۷۳)

میں نے اس وقت اپنے فرائض انجام دیے جبکہ  
باقی سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ  
رکھتے تھے اور اس وقت میں سر اٹھا کر سامنے آیا  
جبکہ دوسرے سر چمپا کر گوشوں میں چھپے ہوئے تھے  
اور اس وقت میں نے زبان کھولی جبکہ دوسرے  
گنگ نظر آتے تھے اور اس وقت میں نے نور خدا  
کی روشنی کو آگے بڑھا جبکہ دوسرے زمین گیر ہو  
چکے تھے، گو میری آواز ان سب سے دھیمی تھی مگر  
میں سبقت و پیش قدمی میں سب سے آگے تھا۔

اور ان کو ایسے خوشگوار صاف چشموں  
کے کنارے پہنچا دیتے جس کے  
کنارے چھلکتے ہوں۔

جس کی دونوں اطراف گدلا نہ ہوں  
صاف ستھری ہوں،

پھر انہیں وہاں سے سیراب کر کے  
واپس کرتے، خلوت و جلوت میں انہیں  
نصیحتیں کرتے

اور اس (بیت المال کی) دولت سے  
اپنے لیے کوئی استفادہ نہ کرتے  
نہ اس دنیا سے اپنے لیے کوئی فائدہ  
اٹھاتے،

وہ صرف اس فکر میں رہتے کہ کسی  
پیاسے کی پیاس بجھا دیں اور کسی  
بھوکے کا پیٹ بھر دیں۔ (۱۰۲)

وَلَا وَرَدَهُمْ مِنْهَا تَمِيرٌ أَصْفِيًّا رَوِيًّا،

تَطْفَحُ صَفْقَتَاهُ وَلَا يَتَرَنَّ جَانِبَاهُ،

وَلَا مَذَرُهُمْ بَطَانًا وَنَصَحَ لَهُمْ سِرًّا وَأَعْلَانًا،

وَلَمْ يَكُنْ يَحُلِي مِنَ الْغَنَى بَطَائِلُ

وَلَا يَخْطِي مِنَ الدُّنْيَا بَطَائِلُ

عَنِ رَجَى النَّاهِلِ وَشَبَعَةِ الْكَافِلِ،

تشریح کلمات

منہل: چشمہ گھاٹ۔ نمیر: صاف ستھرا پانی۔  
 تطفح: چھلکنا۔ ضفتاہ: الضفۃ نہر کا کنارہ۔  
 یترنق: رنق: پانی کا گدلا ہونا۔ بطانا: سیر ہونا۔  
 طائل: مفاد، استفادہ۔ ری: سیراب۔  
 الناهل: پیاسا۔ الکافل: بھوکا۔ بات فلاں کافلا: فلاں نے ایسی حالت میں  
 رات گزاری نہ تو دن کو کھانا کھایا نہ رات کا۔

۱۰۲۔ جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مسادات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اٹھے تو آپ نے لوگوں کو  
 واضح طور پر فرمایا: ﴿

وَلَبَّانَ لَهُمُ الزَّاهِدِينَ الرَّاغِبِينَ  
 وَالْمَصَادِقُ مِنَ الْكَاذِبِ،

اور دنیا کو پتہ چل جاتا ہے طمع کون  
 ہے اور لالچی کون ہے سچا کون ہے اور  
 جھوٹا کون ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْبُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا  
 لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمُ

اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے  
 آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم  
 آسمان اور زمین کی برکتوں کے  
 دروازے کھول دیتے، لیکن انہوں نے  
 تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال  
 کے سبب انہیں گرفت میں لیا۔

بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن  
 كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔

(اعراف ۹۶) (۱۰۳)

وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِن هَٰؤُلَاءِ سَنُصِيبُهُمْ  
 سَيِّئَاتٍ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ۔

اور ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے  
 عنقریب ان پر بھی ان کے برے  
 اعمال کے وبال پڑنے والے ہیں اور  
 وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے (زمر ۵۱)

أَلَا هَلُمَّ فَاسْتَمِعْ وَمَا عَشَتْ أَرَاكَ الذَّمُّ  
 عَجَبًا!

ذرا ان کی باتیں تو سنو، جتنا جیو گے  
 زمانہ تجھے عجوبے دکھاتا رہے گا۔

﴿اتأمروني ان اطلب النصر بالجور  
 فيمن وليت عليه والله لا اطور به  
 ماسمر سمير وما ام نجم في  
 السماء نجما لو كان المال لي  
 لسويت بينهم فكيف والمال مال  
 الله﴾

کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں ان پر ظلم کر کے لوگوں کی مدد حاصل کروں تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہے میں اس چیز کے قریب نہیں بھگوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا تو تب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کر دیتا چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔

۱۰۳۔ اس آیت کے اقتباس سے جناب بتول عذراء اس بات کی پیٹنگوئی فرما رہی ہیں کہ ابو الحسن علی ابن ابی طالب کو میدان سے ہٹانے کی وجہ سے امت مسلمہ آئندہ ہلاک کن فسادات سے دوچار ہوگی۔ چنانچہ چشم

﴿وَان تَعْجَبُ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ!﴾

اگر تجھے تعجب آتا ہے تو تعجب انگیز ہیں ان کی باتیں، کاش یہ معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے کس دلیل کو سند بنایا ہے

اور کس ستون کا سہارا لیا ہے

اور کس رسی سے متمسک ہوئے ہیں

اور کس ذریت کے خلاف اقدام کیا

اور ان کو زک پہنچائی؟

کتنا برا ہے ان کے سرپرست اور ان کے رفیق بھی کتنے برے ہیں اور ظالموں کا بدلہ بھی برا ہوگا۔

ان لوگوں نے اگلے شہر کی جگہ دم سے کام لیا اور بازوؤں کی جگہ پچھلے حصے سے استفادہ کیا، (۱۰۴)

كَيْتَ شِعْرِي إِلَى آتِي سَنَادِ اسْتَدُوا  
 وَعَلَى آتِي عِمَادِ اعْتَمَدُوا  
 وَيَا بِي عُرْوَةٍ تَمَسُّكُوا وَعَلَى آيَةِ ذُرِّيَّةٍ  
 أَقْدَمُوا وَلَحْتَيْنَكُمَا؟ لَيْسَ الْمَوْلَى وَ  
 لَيْسَ الْعَشِيرُ وَيُسُّ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا  
 اسْتَبَدُّوا وَاللَّهُ الذُّنَابِي بِالتَّوَادِمِ  
 وَالْعَجَزِ بِالْكَاهِلِ،

تشریح کلمات

احتسکوا: احتک: تباہ کیا۔ الذنابی: پرندہ کی دم۔ العجز: گردن کے نزدیک پیٹھ کا

بالائی حصہ۔

معاطس: ناک۔ ارغمت المعاطس: ”دشمن مغلوب ہو گیا“ ایک محاورہ ہے۔

جہاں نے بنو امیہ اور بنی عباسیہ کے دور میں امت مسلمہ کو پیش آنے والے ان المیوں کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ اور اگر یہ تمام امور حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں ہوتے اور یہ لوگ ان کو موقع دیتے تو اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا۔ مگر ان لوگوں نے اہل بیت کو اقتدار سے دور رکھا، یا اقتدار ملنے کی صورت میں حزب مخالف میں رہنے کیلئے آمادہ نہ ہوئے اور امہات المؤمنین تک کو گھر میں رہنے نہ دیا بلکہ میدان جنگ میں لاکر مسلمانوں کو باہمی خون ریز جنگوں میں مبتلا کر دیا

۱۰۴۔ پرندہ پرواز کے لیے اپنے پروں کا اگلا حصہ استعمال کرتا ہے چونکہ طاقت پرواز اگلے حصے میں ہوتی ہے اور جو پرندہ پرواز کے لیے اپنے شہپر سے محروم ہو اور پھر پرواز کی کوشش کرے تو بلندی پر اٹھنے کی بجائے اس کی ناک زمین کے ساتھ رگڑ جاتی ہے۔



فَرَعْنَا لِمَعَاطِسَ قَوْمٍ يَحْسَبُونَ

أَنَّهُمْ يُحْسِبُونَ صُنْعًا؛

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ

لَا يَشْعُرُونَ

وَيُحِلُّهُمْ: أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ

أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ

أَمْ مَنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِي

فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ؟

أَمْ أَلْعَمِيرِ لَمْ تَدْلِقِ حَتَّى فَتَنْظِرَةً

رَبِّمَا سَتَبِجُ

ثُمَّ احْتَلَبُوا مِلَّةَ الْقُعْبِ

دَمًا عَمِيظًا وَدُعَاءًا مَبِيدًا،

هَذَا لَكَ يَخْسِرُ الْمُبْطِلُونَ

وَيَعْرِتُ السَّالُونَ غِبَّ مَا أَسَسَ الْأَوَّلُونَ

ان لوگوں کی ناک رگڑی جائے،

جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ٹھیک کر

رہے ہیں

آگاہ رہو! یہ فسادی ہیں مگر وہ شعور نہیں

رکھتے۔

افسوس ہے ان پر: کیا جو حق کی راہ

دکھاتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حقدار

ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو

خود اپنی راہ نہیں پاتا جب تک اس کی

راہنمائی نہ کی جائے۔ تمہیں ہو کیا گیا

ہے

تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے اقتدار کی

اوٹنی حمل سے ہے نتیجہ ظاہر ہونے کا

انتظار ہے۔

پھر وہ برتن بھر کر دوہنے جائیں گے

(دودھ کی جگہ) تازہ خون اور زہر قاتل

یہاں پر باطل شعار نقصان اٹھائیں

گے

پھر آنے والی نسلوں کو معلوم ہوگا کہ ان

کے اسلاف نے جو بنیاد ڈالی تھی اس کا

کیا انجام ہوا

تشریح کلمات

مَعَاطِس: ناک۔

ارغمت المعاطس: ناک رگڑوا دی ”دشمن مغلوب ہو گیا“ ایک محاورہ

ہے۔

لقحت: لقاح بارور ہونا، حمل ٹھہرنا۔ احتلبوا: الحلب: دودھ دوہنا۔ القعب: برتن، پیالہ۔  
دم عیط: تازہ خون۔ ذعاف: زہر۔ مبیذا □

: قاتل۔

ثُمَّ طِيبُوا عَنْ دُنْيَاكُمْ أَنْفُسًا  
وَالْهَمَاتُوا لِلْفِتْنَةِ جَاشًا،  
وَابْشُرُوا بِسَيِّئِ صَارِمٍ  
وَسَطْوَةِ مُعْتَدٍ غَاشِمٍ  
وَهَرَجَ شَامِلٍ وَاسْتَبَدَّ مِنَ الظَّالِمِينَ  
يَذْغُ فِيكُمْ زَمِيدًا وَجَمَعَ كُمْ حَصِيدًا  
فَيَا حَسْرَةً لَكُمْ وَأَيُّكُمْ وَقَدْ:  
عَمِيَتْ عَلَيْكُمْ أَنْزِلُكُمْ مَكْمُومًا  
وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ۔

پھر تم اپنی دنیا سے لطف اٹھاؤ  
آنے والے فتنوں کے لیے دل کو آمادہ  
کرو،  
سنو خوشخبری تیز دھارتلواریوں کی  
اور حد سے تجاوز کرنے والے ظالم کے  
حملوں کی  
اور ہمہ گیر فتنہ و فساد کی اور ظالموں کی  
مطلق العنانی کی۔ (۱۰۵)  
وہ تمہارے بیت المال کو بے قیمت بنا  
دے گا  
اور تمہاری جمعیت کی نسل کشی کرے گا۔  
افسوس تمہارے حال پر، تم کدھر جا رہے  
ہو  
تمہارے لیے راہ حق ناپید ہے۔  
کیا ہم اللہ کی رحمت پر چلنے پر تمہیں  
مجبور کر سکتے ہیں جبکہ خود تم اسے ناپسند  
کرتے ہو۔ (ہود/۲۸)

تشریح کلمات

غ ب □: انجام۔ جاش: دل۔ صارم: تیز دھار۔ سطوة: حملہ۔ غاشم: ظالم۔ ہرج: فتنہ، فساد۔ فعی: مال غنیمت۔ زہید: حقیر۔ حصیداً: کٹی ہوئی فصل۔

۱۰۵۔ واقعہ حرہ میں یہ پیشگوئی سچ ثابت ہوئی کہ لشکر یزید نے مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں مدینہ منورہ کو تاراج کیا اور مہاجرین و انصار کا قتل عام ہوا، تین دن تک مدینہ رسول کی خواتین کی عصمتیں لوٹتے رہے۔ انصار و مہاجرین میں سے تقریباً سات سو شخصیات کو موت کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد دس ہزار کی تعداد میں قتل ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲ طبع بیروت) مدینہ میں غارت گری ہوئی اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی عصمت لوٹی گئیں (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۰۹ طبع کانپور، تاریخ انہیس دیار بکری ج ۲ ص ۳۰۲ طبع بیروت) اور اہل مدینہ سے اس بات پر بیعت لی گئی کہ وہ یزید کے غلام ہوں گے۔ چنانچہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب و سنت کی بنیاد پر بیعت کریں گے تو ان کی بیعت قبول نہیں کی گئی اور ان کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ (تاریخ طبری ج ۷ ص ۱۱ طبع حسینیہ مصر)۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محسن علی نجفی

اسلام آباد۔ پاکستان